بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
لقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ
THE WEEKLY BADR QADIAN
ہفت روزہ بدر قادیان
جلد ۱۳
شمارہ ۳۰
ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری
نائب: فیض احمد گجراتی
شرح چندہ
سالانہ -/۷ روپے
ششماہی -/۴ "
ممالک غیر -/۸ "
فی پرچہ: ۱۵ نئے پیسے
۲۳ وفا ۱۳۴۳ ہش | ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ | ۲۳ جولائی ۱۹۶۴ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۲۱ جولائی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق کوئی تازہ اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ احباب جانتے ہیں حضور انور ایک عرصہ سے علیل چلے آ رہے ہیں۔ احباب جماعت کا فرض ہے کہ اپنے مقدس آقا کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے التزام کے ساتھ دعائیں کرتے رہیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو جلد صحت یاب فرمائے اور حضور کا مبارک سایہ تا دیر جماعت کے سروں پر سلامت رکھے۔ آمین

قادیان ۲۱ جولائی۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد سلمہ اللہ تعالیٰ معہ اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔

الحمد للہ

اہل مغرب کے نئے مذہبی زاویے

جناب ڈاکٹر خلیل احمد صاحب ناصر پروفیسر سی ڈبلیو پوسٹ کالج نیو یارک امریکہ

(۱) بائیبل اور نظریۂ ارتقاء

اہل مغرب نے مادی علوم میں بے شک تحیّر خیز ترقی کی ہے لیکن نئی تہذیب نے ان کے قدیم مذہبی عقائد پر بھی ایک کاری ضرب لگائی ہے سائنس کے نئے انکشاف، ایٹمی دور کی آمد آمد اور عالم خلاء میں انسان کی کامیاب پرواز کے نتیجہ میں عیسائی محققین اور مذہبی رہنما مجبور ہوئے کہ وہ عیسائیت کے عقائد کو اس رنگ میں پیش کریں کہ مذہب اور سائنس کے درمیان کشمکش نظر نہ آئے۔ اگر ایک زمانہ میں بالعموم مسلّم عیسائی عقیدہ یہ تھا کہ بائیبل مکمل طور پر لفظاً و معناً الہامی ہے تو اب اکثر لوگوں کا رجحان اس طرف ہے کہ اگرچہ بائیبل کے اندر صداقت تو موجود ہے لیکن ساری بائیبل کو ہرگز برحق تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ مگر یورپ اور امریکہ میں اب بھی بعض ایسے عیسائی فرقے موجود ہیں جو نئے اور پرانے عہد نامے کو ازاوّل تا آخر سچا مانتے ہیں۔ امریکہ کے لٹر Southern Baptist اس عقیدہ میں اب بھی پیش پیش ہیں۔

ظاہر ہے کہ ایسے عقائد کے ذریعہ مذہب اور سائنس کی صلح ناممکن ہو جاتی ہے اس کی ایک مثال نظریۂ ارتقاء ہے جو پچھلی صدی میں ڈارون نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس میں کلام نہیں کہ زمانۂ حال کے محققین نے اس نظریہ میں کئی ایک ترامیم پیش کی ہیں مگر اکثر سائنسدان کسی نہ کسی رنگ میں ارتقاء کو تسلیم کرتے ہیں۔ چونکہ اسلام خود انسانی صلاحیتوں کے ارتقاء کا قائل ہے۔ اس لئے ہمارا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ مذہب اور سائنس کا اتحاد نہ صرف ممکن ہے بلکہ ضروری ہے۔ خالق کون و مکان کے قول و فعل میں تضاد و اختلاف بھلا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

اس کے برخلاف بائیبل یہ کہتی ہے کہ اس دنیا کو خدا تعالیٰ نے چھ روز کے اندر پیدا کیا۔ موجودہ زمانہ کے اکثر عیسائی کتاب پیدائش کے پہلے باب کو جس میں تخلیق عالم کا ذکر ہے کوئی وقعت نہیں دیتے۔ مگر کٹر Southern Baptist خاص مشکل میں ہیں۔

اس فرقے کے ایک عالم ریورنڈ آبری۔ ایل مور Rev. Aubrey L. Moore ہیں جو ریاست ایری زونا میں رہتے ہیں۔ انہیں اس مشکل کا حل یہ نظر آیا ہے کہ امریکن مدارس میں اور بالخصوص ریاست ایری زونا میں نظریۂ ارتقاء کی تعلیم کو قانوناً ممنوع قرار دے دیا جائے۔ اہل امریکہ اپنی مذہبی آزادی کی روایات کو قیمتی متاع سمجھتے ہیں اس لئے ایسا قانون پاس ہونا بظاہر تو ممکن نہیں مگر ریورنڈ مور اور ان کے ہمنوا مصر ہیں کہ امریکن بچوں کو نظریۂ ارتقاء کے لٹریچر کے مطالعہ کی اجازت دینا انہیں دہریہ بنانے کے مترادف ہے۔ انہوں نے ریاست ایری زونا کی مجلس قانون ساز کے سامنے یہ مسودۂ قانون پیش کیا ہے کہ اگر کسی استاد کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے نظریۂ ارتقاء پر سبق دیا ہے تو نہ صرف اس کو ایک سو ڈالر سے پانچ سو ڈالر تک جرمانہ کیا جائے بلکہ اس کا ٹیچنگ سرٹیفکیٹ بھی ضبط کر لیا جائے۔ ان کا دعوےٰ یہ ہے کہ جو شخص بائیبل کو مکمل طور پر برحق نہیں مانتا وہ خدا تعالیٰ کا بھی انکار کرتا ہے۔ اس لئے نظریۂ ارتقاء کی تعلیم درحقیقت دہریت کی تعلیم ہے۔

ریورنڈ مور اس قانون کو پاس کرانے کی کوشش میں کامیاب ہوں یا نہ ہوں مگر یہ امر تو واضح ہے کہ بائیبل کو لفظاً الہامی ماننے کے نتیجہ میں خالق عالم کے قول و فعل میں ہم آہنگی تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ اس بحران سے نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ بے شک یہ مان لیا جائے کہ تورات اور انجیل کے اندر ہدایت اور نور تو موجود ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی درست ہے کہ یہ صحیفے انسانی دست برد اور تحریف کا بھی شکار ہو چکے ہیں۔

(۲) پرانے عہد نامے میں ہستی باری تعالیٰ کا تصور

قرآن مجید میں خدا تعالیٰ کی ہستی کی جو صفات بیان ہوئی ہیں وہ جمالی بھی ہیں اور جلالی بھی۔ اسلام نے اگر خدا تعالیٰ کی صفات عادل، جبّار، ذوانتقام، مالک یوم الدین وغیرہ کا ذکر کیا ہے تو اس کے ساتھ اس کی صفات رحیمیت، رحمانیت، ربوبیت اور کریمیت و غفوریت پر بھی زور دیا ہے۔ اور پھر یہ کہہ کر کہ رحمتی وسعت کل شیء اس حقیقت کو پوری طرح سے واضح کر دیا ہے کہ خدائے اسلام کی صفت رحمت ایک بنیادی صفت ہے جو تمام دوسری صفات پر حاوی ہے۔

عیسائیت نے بھی یہ دعوےٰ کیا ہے کہ بائیبل میں خدا تعالیٰ کا تصور ایک محبت اور رحم کرنے والے خدا کا ہے۔ لیکن اس دعویٰ کو پرانے عہد نامہ کی بنا پر ثابت کرنا ایک ایسی کٹھن منزل تھی جسے عیسائی علماء طے نہ کر سکے۔ علماء یہود نے گزشتہ دو ہزار سال میں اس مسئلہ کی طرف خاص توجہ نہ کی۔ ان دونوں مذاہب کے محققین کے لئے ایک بڑی مشکل یہ تھی کہ پرانے عہد نامہ میں کم و بیش اٹھتر مقامات پر خدا تعالیٰ کی صفت "انتقام" کا بڑی وضاحت سے ذکر آیا ہے مثلاً یسعیاہ باب ۳۵ آیت ۴ میں مذکور ہے

"ان کو جو کچے دل کے ہیں کہو ہمت باندھو مت ڈرو۔ دیکھو تمہارا خدا سزا اور جزا لئے آتا ہے۔ ہاں خدا ہی آئیگا اور تم کو بچائیگا"

انگریزی تراجم میں اس آیت کے الفاظ اور بھی سخت ہیں مثلاً شاہ جیمز والے ترجمہ میں (King James Version) میں یہی آیت اس طرح سے آئی ہے

Say to them that are of a fearful heart Be strong, fear not Behold your God will come with vengeance, even God with a recompense He will come and save you

عبرانی متن میں تو لفظ "انتقام" بار بار استعمال ہوا ہے یہی آیت عربی عہد نامے میں یوں ہے :-

"قولوا لخائفی القلوب تشددوا ولا تخافوا۔ ھوذا الٰھکم۔ الانتقام یأتی۔ جزاء اللہ ھو یأتی ویخلصکم"

عیسائی اور یہودی علماء کیلئے اس عقدہ کو حل کرنا آسان نہ تھا۔ مگر اب یونیورسٹی آف شکاگو کے شعبہ بائیبل Biblical Studies کے ممتاز عالم پروفیسر جارج ای مینڈن ہال (George E. Mendenhall) نے ایک نئی تفسیر پیش کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بے شک بائیبل کے تراجم میں ان آیات میں عبرانی لفظ "نقم" استعمال ہوا ہے لیکن پرانے علماء نے اس لفظ کا ترجمہ "جزاء سزا" اور "بدلہ لینا" کر کے اس میں سخت غلطی کی ہے۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے ڈیوینٹی سکول میں لیکچر دیتے ہوئے آپ نے کہا کہ درحقیقت عبرانی لفظ "نقم" کے معنی ہیں "آزاد کرنا، ہرانے کرنا، کسی چیز کی ملکیت واپس کرنا۔" (باقی صفحہ ۲ پر)

اصلاح و قربانی کا مجاہدہ

یوں تو اسلامی احکام پر عمل پیرا ہونا زندگی بھر کے لئے ایک مسلسل مجاہدہ ہے جس سے ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنے نفوس اور اپنے معاشرہ کی اصلاح کر سکتے ہیں لیکن اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے اس دور میں جس میں سے ہم گزر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہمیں تاکید مزید کی گئی ہے کہ ہم قرآن کریم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام و ارشادات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے نفسوں اور اپنے اموال کی قربانی کے ذریعہ سے اسلام کی رگوں میں تازہ خون دوڑا دیں اور یوں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا وہ عظیم کارنامہ معرض وجود میں آ جائے جو صرف اور صرف احمدیت کے ذریعہ سے ہی مقدر ہے۔ اور جس پر ہماری جماعت کی گذشتہ ستّر سالہ تاریخ کی ایک ایک ساعت شاہد ناطق ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو قلمی اور لسانی تبلیغی جہاد کے لئے تیار کرنے کے واسطے جو تعلیم پیش کی ہے وہ وہی تعلیم ہے جو قرآن حکیم اور فرمودات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں موجود تھی۔ لیکن چونکہ آپؑ کے اور آپ کی جماعت کے ذمہ یہ اہم کام لگایا گیا تھا کہ ان ایام میں جبکہ اسلامی تعلیمات کے منور چہرے پر گرد و غبار کی تہیں جمی ہوئی تھیں اسے صاف کر کے اس کے نور سے پھر ایمان و ایقان کی مشعلیں روشن کی جائیں۔ اس لئے ضروری تھا کہ قربانیوں کے معیار کو بلند کیا جائے تاکہ مفوضہ کام کی عظمت سے مطابق ہو جائے۔ اور تبلیغی جہاد کے فریضے کو باحسن انجام دیا جا سکے۔

چنانچہ آپؑ نے اپنی جماعت کو قربانی کا معیار ذہن نشین کروانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم و ایماء سے ایسے ایسے دلنشیں اسلوب بیان اختیار فرمائے ہیں کہ جنہیں پڑھ کر ایک مومن کی رگوں میں حیات تازہ کا خون دوڑنے لگتا ہے۔ حضور اپنی کتاب تبلیغ رسالت جلد دہم میں فرماتے ہیں:۔

"میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے۔ وہ اپنا مال صرف اسی مال کو نہیں سمجھتا کہ اس کے صندوق میں بند ہے۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزائن کو اپنے خزائن سمجھتا ہے۔ اور امساک اس سے دور ہو جاتا ہے جیسا کہ روشنی سے تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ اور یقیناً سمجھو کہ صرف یہی گناہ نہیں کہ میں ایک کام کے لئے کہوں۔ اور کوئی شخص میری جماعت میں سے اس کی طرف کچھ التفات نہ کرے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بھی گناہ ہے کہ کوئی کسی قسم کی خدمت کر کے یہ خیال کرے کہ میں نے کچھ کیا ہے اگر تم کوئی نیکی کا کام بجا لاؤ گے اور اس وقت کوئی خدمت کرو گے۔ تو اپنی ایمانداری پر مہر لگا دو گے اور تمہاری عمریں زیادہ ہوں گی اور تمہارے مالوں میں برکت دی جائے گی"۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے عطا کردہ قویٰ اور ذرائع اور اسباب سے ایک انسان جو کچھ بھی کماتا ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی عطا ہے۔ ورنہ ایک شخص جسے قدرت کی طرف سے ذرائع میسّر نہ ہوں لاکھ سر پٹکے ایک حبّہ بھی نہیں کما سکتا۔ اور پھر انسانی زندگی اتنی ناپائدار ہے کہ کوئی شخص یہ دعوے نہیں کر سکتا کہ اگلی سانس اس کا ساتھ دے گی یا نہیں۔ اور کب کس کا وقت موعود آن پہنچے گا اور وہ اپنی کمائی میں سے خرچ کر سکے گا یا نہیں۔ اسی ناپائداری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"دنیا جائے گذشتنی گذاشتنی ہے اور جب انسان ایک فرصت کا وقت میں ایک نیک کام کے بجا لانے میں پوری کوشش نہیں کرتا۔ تو پھر وہ گیا ہوا وقت ہاتھ نہیں آتا۔ اور خود میں دیکھتا ہوں کہ بہت سا حصہ عمر کا گذار چکا ہوں۔ اور الہام الٰہی اور قیاس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ باقی ماندہ تھوڑا سا حصہ ہے پس جو کوئی میری موجودگی اور میری زندگی میں میری منشاء کے مطابق میری اغراض میں مدد دے گا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہوگا اور جو شخص ایسی ضروری مہمات میں مال خرچ کرے گا میں امید نہیں رکھتا کہ اس مال کے خرچ سے اس کے مال میں کچھ کمی آ جائے گی بلکہ اس کے مال میں برکت ہوگی پس چاہیئے کہ خدا تعالیٰ پر توکل کر کے پورے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں۔ کہ یہی وقت خدمت گذاری کا ہے پھر بعد اس کے وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں۔ تو اس وقت کے پیسے کے برابر نہیں ہوگا یہ ایک ایسا مبارک وقت ہے کہ تم میں وہ خدا کا فرستادہ موجود ہے جس کا صدہا سال سے امتیں انتظار کر رہی تھیں۔ اور ہر روز خدا تعالیٰ کی تازہ وحی تازہ بشارتوں سے بھری ہوئی نازل ہو رہی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کریگا۔

یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیزوں سے محبت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا تعالیٰ سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے۔ اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا تعالیٰ کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔ لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا۔ جو بجا لانی چاہیئے۔ تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا!

یہ مت خیال کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لا کر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو۔ بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرو تو وہ ایک قوم پیدا کر دیگا کہ اس کی خدمت بجا لائیگی۔

تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمتِ مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ میں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرّہ محتاج نہیں۔ ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے۔ کہ تم کو خدمت کا موقعہ دیتا ہے"۔

(تبلیغ رسالت جلد دہم)

مالی قربانی اور اصلاح نفس کے معیار کو اونچے لے جانے کے لئے اور اپنی جماعت کو ان قربانیوں کے اعلیٰ معیار پر قائم و فائز کرنے کیلئے حضور نے اللہ تعالیٰ کے خاص حکم سے وصیت کا نظام جاری فرمایا ہے۔ نظام وصیت کا اگر خلاصہ بیان کرنا ہو تو وہ یہی ہے کہ اصلاح نفس اور مسلسل قربانی کا مجاہدہ۔ جو شخص خلوص دل سے ان دونوں باتوں پر کاربند ہو کر وصیت کے نظام میں شامل ہو جاتا ہے وہ درحقیقت اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے حصہ داروں کی اگلی صف میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہ نظام جہاں انفرادی اصلاح کی طرف متوجہ کرتا ہے وہاں زندگی بھر اپنے مال اور جائیداد کے ذریعہ سے اسلام کے لئے قربانی کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ یہی دو چیزیں ہیں جو ایک مومن کو اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرتی ہیں۔ الوصیۃ کی اشاعت کا زمانہ وہ تھا جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو تبلیغی جہاد کے لئے تیار فرما رہے تھے۔ اور دنیا ایک خواب خرگوش میں مبتلا تھی۔ اور اپنے فرائض سے غافل۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں"۔ (الوصیۃ)

چونکہ نظام وصیت میں شامل ہونے والوں کیلئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ تقویٰ اور قربانی کے اعلیٰ معیار پر قائم ہو جائیں۔ اس لئے لازمی بات ہے کہ جو شخص وصیت کریگا وہ ایک طرف اپنے نفس کی اصلاح اس رنگ میں کریگا کہ اس کے لئے بہشتی ہونا ثابت ہو جائے گا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:۔

"اور چونکہ اس قبرستان (بہشتی مقبرہ) کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا اُنزِلَ فیھا کلّ رحمۃ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے ..."۔ (الوصیۃ)

(باقی صفحہ [illegible] پر)

خطبہ جمعہ

استعینوا بالصبر والصلوٰۃ (البقرۃ آیۃ)

صبر کا جوہر دکھاؤ اور نمازوں اور دعاؤں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرو

یہی وہ طریق ہے جس سے مومن مشکلات و مصائب سے نجات پا سکتا ہے

تہجد اور نوافل پڑھنے کی عادت ڈالو تا کہ قرب الٰہی کی راہیں تم پر کھل جائیں

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۱ر جولائی ۵۲ء بمقام ربوہ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔
میں نے گزشتہ ایام میں جماعت کو توجہ دلائی تھی کہ ان دنوں

ہم جن حالات میں سے گذر رہے ہیں

ان کا علاج قرآن کریم نے یہی بیان فرمایا ہے کہ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ یعنی ایک طرف تو تم صبر کا جوہر دکھاؤ۔ مصائب برداشت کرو۔ تکالیف اٹھاؤ اور دوسری طرف تم اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرو۔ نمازیں زیادہ پڑھو ...... اور عبادت کرو کیونکہ جب بنی نوع انسان کسی کو دھتکارتے ہیں تو لا ملجا ولا منجا منک الا الیک کے مطابق اس کی پناہ کی جگہ صرف خدا تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔ پس تم اس مصیبت کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی طرف جھکو۔ جتنے لوگ تم پر خفا ہوتے ہیں درحقیقت انہا ہی دنیا یہ فیصلہ کرتی ہے کہ تم ہمارے غلام ہو اگر تمہیں کسی کی احتیاج نہیں۔ اگر تمہیں کسی سے پیار اور محبت نہیں۔ اگر تمہیں کسی کا ڈر اور خوف نہیں تو لوگ تمہارے خلاف شور کیوں کرتے ہیں۔ آخر جب ایک شخص شور کرتا ہے تو کسی چیز سے ڈرانے کے لئے کرتا ہے۔ اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ تم اس کی احتیاج نہیں رکھتے تو وہ ڈراتا کسی چیز سے ہے۔ اگر تم کسی کو دھتکارتے ہو تو اسی لئے کہ تم سمجھتے ہو کہ وہ تم سے ڈرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ تم اسے سزا دے سکتے ہو اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ تمہیں اتنا طاقتور نہیں سمجھتا کہ تم اسے سزا دے سکو۔ وہ اپنے آپ کو تم سے زیادہ قوی۔ دلیر اور بہادر سمجھتا ہے تو تمہیں اس سے کی نجات نہیں ہو سکتی۔ ڈر اسے دلاتا ہے کو صرف اس لئے ڈراتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ شخص اس سے ڈرتا ہے۔ اسی

لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تمہیں کوئی شخص یا جماعت ڈرائے تو تم نمازیں شروع کر دو۔ اگر ایک شخص دوسرے شخص کے ڈرانے کے نتیجہ میں نماز شروع کرتا ہے تو وہ بتاتا ہے کہ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔

میں بندۂ خدا ہوں

اور جب میں بندۂ خدا ہوں تو مجھے کسی کا کیا ڈر۔ پس جب تمہیں کوئی شخص ڈراتا ہے یا وہ تم پر حملہ کرتا ہے تو تم خدا تعالیٰ کے سامنے جھک جاؤ۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ ایک بچہ جو نادان ہوتا ہے جس کی عقل کم ہوتی ہے اسے بھی کوئی شخص مارنے لگتا ہے تو وہ ماں کے پاس چلا جاتا ہے چاہے اس کی ماں کتنی ہی کمزور ہو وہ خیال کرتا ہے کہ وہ اپنی ماں کے پاس جا کر محفوظ ہو گیا ہے۔ مومن کو کیا خدا تعالیٰ پر اتنا یقین بھی نہیں ہونا چاہیئے جتنا ایک بیوقوف اور کم عقل بچہ کو اپنی کمزور ماں پر ہوتا ہے جب اس پر کوئی حملہ کرنے لگتا ہے تو وہ اپنی ماں کے پاس آ جاتا ہے

مومن کو بھی چاہیئے

کہ جب وہ مشکل حالات میں سے گزرے تو وہ خدا تعالیٰ کے پاس آئے اور اس سے مدد مانگے۔ اگر اسے خدا تعالیٰ سے ماں جتنی محبت بھی ہے تو وہ اس کے پاس دوڑا آئے گا۔ آخر عبادت کیا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ سچی عبادت یہ ہے کہ تمہیں یقین ہو کہ تم خدا تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو یا کم از کم تمہیں یہ یقین ہو کہ خدا تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ یقین ہو جائے کہ خدا تعالیٰ تمہیں دیکھتا ہے تو یہ اونے [illegible] [illegible] یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تمہیں [illegible] رہا ہو گویا عبادت قرب

اور روحانیت کا نام ہے۔ اگر تم خدا تعالیٰ کو ماں کے برابر بھی سمجھتے ہو اگر تمہیں یقین ہے کہ خدا تعالیٰ ایک زندہ وجود ہے تو سیدھی بات ہے کہ تم اس کے پاس بھاگ کر جاؤ گے۔ عبادت اس بات کی شہادت ہوتی ہے کہ عبادت کرنے والے کے اندر ایمان پایا جاتا ہے عبادت اس بات کی شہادت ہوتی ہے کہ اسے کسی کی پرواہ نہیں۔ میں نے گذشتہ جمعہ میں یہ تحریک کی تھی کہ تم ربوہ سے یہ سکیم شروع کرو کہ پانچ نمازوں کے علاوہ لوگ تہجد بھی ادا کیا کریں۔ اگر کوئی شخص صرف پانچ نمازیں ہی ادا کرتا ہے جو فرض ہیں تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ کیونکہ اگر وہ انہیں ادا نہیں کرتا تو وہ مسلمان کیسے رہ سکتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر بند کرتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس

ایک دفعہ ایک شخص آیا

اور اس نے آپ کو قسم دے کر کہا کہ کیا خدا تعالیٰ نے آپ کو روزانہ پانچ نمازوں کا حکم دیا ہے تو آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ اس نے پھر آپ کو قسم دے کر کہا کیا خدا تعالیٰ نے آپ کو تیس روزوں کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ اس نے پھر آپ کو قسم دے کر کہا کیا خدا تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اپنے مالوں میں سے زکوٰۃ ادا کرو تو آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ اس نے پھر کہا کیا خدا تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اگر طاقت ہو تو تم حج کرو۔ آپ نے فرمایا ہاں اس شخص نے کہا پھر میں بھی خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جتنی نمازیں فرض ہیں میں انہیں پورا کروں گا۔ جتنے روزے فرض ہیں میں انہیں رکھوں گا زکوٰۃ دوں گا اور اگر طاقت ہوئی تو حج کروں گا [illegible] نہ اس سے زیادہ کروں گا اور نہ کم آپ نے فرمایا۔ اگر یہ شخص

نے اپنا عہد پورا کیا تو جنت میں چلا جائے گا۔ مگر یہ ایک ادنیٰ عہد ہے اور مومن صرف ادنیٰ عہد نہیں کرتا اسے یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے زیادہ قریب جائے اور قریب جانے کے لئے نوافل اور آگے ضروری ہوتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نوافل کے ذریعہ تم خدا تعالیٰ کے اتنے قریب ہو جاؤ گے کہ خدا تعالیٰ تمہاری آنکھیں بن جائے گا جن سے تم دیکھتے ہو خدا تعالیٰ تمہارے کان بن جائے گا جن سے تم سنتے ہو۔ خدا تعالیٰ

تمہارے ہاتھ بن جائے گا جن سے تم پکڑتے ہو خدا تعالیٰ تمہارے پاؤں بن جائے گا جن سے تم چلتے ہو۔ پس قرب کی راہیں نوافل سے کھلتی ہیں وہ شخص جس کی میں نے مثال دی ہے وہ بدوی تھا اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے ایسا نہیں کہا۔ یہ صحیح بات ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بدوی جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اگر اس نے اپنے عہد کو پورا کیا۔ لیکن خدا تعالیٰ کا مقرب وہی ہو گا جو نوافل ادا کرتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے یہ بھی نہیں کہا کہ ہم صرف اتنا ہی کام کریں گے بلکہ حدیثوں سے پتہ لگتا ہے کہ وہ ہمیشہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر یہ عرض کرتے تھے کہ یا رسول اللہ کوئی اور کام بتائیں۔ آپ بیرونی اپنے جھگڑوں کے پاس جاتا ہے۔ وہ اپنے طاقتور ساتھیوں کے پاس جاتا ہے لیکن اگر تم مومن ہو اور تم یہ ایمان رکھتے ہو کہ خدا تعالیٰ کے پاس جانا چاہیئے۔ جو سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ اگر تم خدا تعالیٰ سے [illegible] اسے تو تمہاری کا تباہی میں کیا شبہ رہ جاتا ہے اس [illegible] ہے کہ کسی سہارے کی ضرورت ہے نہ

کسی الہام کی ضرورت ہے کیونکہ تم نے دنیا کو بھی مخالف بنا لیا۔ اور خدا تعالیٰ سے بھی تعلق قائم نہ رکھا

ایک بزرگ کے متعلق مشہور

ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ذکر الٰہی کیا کرتے تھے۔ ان کا ہمسایہ ایک امیر آدمی تھا جو بادشاہ کا درباری تھا وہ ناچ گانے کیا کرتا تھا۔ اس بزرگ نے اسے کہلا بھیجا کہ یہ بات درست نہیں تم ناچ گانا بند کر دو۔ اس درباری نے کہا میں ناچ گانا بند نہیں کرتا۔ اس بزرگ نے کہا اگر تم ناچ گانا بند نہیں کرو گے تو ہم زور سے اسے بند کرائیں گے۔ تم ہمیں ذکر الٰہی نہیں کرنے دیتے۔ اور نہ نماز پڑھنے دیتے ہو۔ وہ شخص بادشاہ کا درباری تھا اس نے بادشاہ کے پاس شکایت کی کہ فلاں بزرگ نے مجھے دھمکی دی ہے۔ حالانکہ

مومن کا انحصار

بندہ پر نہیں ہوتا۔ اس کا انحصار تو خدا تعالیٰ پر ہوتا ہے۔ بادشاہ نے اس کی حفاظت کے لئے فوج کا ایک دستہ مقرر کر دیا۔ اس پر اس درباری نے اپنے ہمسایہ بزرگ کو کہلا بھیجا کہ اب تم میرا مقابلہ کر لو۔ بادشاہ نے میری حفاظت کے لئے فوج کا دستہ مقرر کر دیا ہے۔ ان کا تو منشاء یہ نہ تھا کہ وہ اکیلے بادشاہ سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں وہ شروع ہی سے یہ سمجھتے تھے کہ ان کی مدد خدا تعالیٰ نے کرنی ہے وہ اس کے سامنے مدد کے لئے جھکیں گے۔ انہوں نے اپنے ہمسایہ کے

پیغام کے جواب میں

کہلا بھیجا کہ ہم تمہارا مقابلہ کریں گے لیکن ظاہری تیر و تفنگ اور تلواروں سے نہیں بلکہ ہم تمہارا مقابلہ رات کے تیروں سے کریں گے۔ یعنی راتوں کو اٹھ کر دعائیں کریں گے اور خدا تعالیٰ ہماری مدد کرے گا۔ یہ ایمان اور یقین سے نکلا ہوا فقرہ تھا جس کے اندر توکل اور یقین کی روح بھری ہوئی تھی۔ مجلس سرد ہو گئی ہوئی تھی کہ پیغامبر نے ہمسایہ درباری کو اس بزرگ کا پیغام سنایا کہ انہوں نے کہا ہے کہ تمہارا مقابلہ کریں گے لیکن ظاہری توپ و تفنگ اور تلوار سے نہیں بلکہ ہم تمہارا مقابلہ

رات کے تیروں سے

کریں گے۔ یہ اس درباری کے دل پر اس طرح لگا کہ اس کی چیخ نکل گئی۔ اس نے سارنگیاں اور طبلے چھوڑ دیئے اور کہا ان تیروں کے مقابلہ کی نہ مجھ میں طاقت ہے اور نہ میرے بادشاہ میں طاقت ہے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ اگر تم دعاؤں پر زور دو اور اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل کر لو۔ تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ تمہارے پاس وہ طاقت ہے کہ ساری دنیا بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ لیکن افسوس ہے

کہ تم چشمہ پر بیٹھے ہوئے پانی نہیں پیتے۔ تم ندی کے کنارے بیٹھے ہو۔ لیکن تم نہاتے نہیں

خدا کے خزانے

تمہارے پاس ہیں لیکن تم انہیں لینے کی کوشش نہیں کرتے۔ ارادہ اور کوشش ہی انسان کو کامیاب کرتے ہیں۔ ایک دن میں نہ کوئی انسانیت میں کامل بن جاتا ہے اور نہ کوئی نبی بن جاتا ہے نبی بھی عام انسانوں کی طرح ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے ایک عرصہ تک ماں کی چھاتیوں سے دودھ پیتا ہے۔ پھر وہ گھٹنوں کے بل چلتا ہے۔ پھر وہ ایک ایک لفظ سیکھتا ہے۔ کانپتے کانپتے بچوں کی طرح چلتا ہے۔ اس پر بھی

بچپن کا زمانہ

آتا ہے۔ جب وہ آداب سیکھتا ہے۔ پھر اس پر جوانی کا زمانہ آتا ہے۔ پھر اس کے اندر خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ وہ ترقی کر کے خدا کے فیضان کو حاصل کرتا ہے۔

پس ولایت اور انسانیت ایک دن میں نہیں ملتیں۔ انسان بھی کہیں چالیس سال میں جا کر انسان بنتا ہے۔ انسان ۳۰۔ ۴۰ سال میں ولی بنتا ہے۔ لیکن وہ بنتا شروع کے تجربہ کی وجہ سے ہے۔ جب تک کوئی شخص پہلی جماعت میں داخل نہیں ہوتا۔ وہ پرائمری پاس کیسے کرے گا۔ جب تک وہ مڈل کی پہلی جماعت پاس نہیں کر لیتا وہ مڈل پاس کیسے کرے گا۔ جب تک وہ ہائی کلاس میں داخل نہیں ہوتا وہ میٹرک کا امتحان کیسے پاس کرے گا۔ جب تک وہ

کالج کی پہلی جماعت

میں داخل نہیں ہو گا۔ وہ بی۔ اے اور ایم۔ اے کیسے بنے گا۔ پس متواتر کوشش کے بغیر مدعا اور مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ پہلی جماعت میں داخل ہونے کے معنے کوشش شروع کرنے کے ہیں۔ تم کوشش شروع کرو۔ اگر تم ساری رات سرگرداں رہو اور دن کو بھی اس کی کسر پوری نہیں کرتے۔ تو تم نے خدا تعالیٰ کو ملنے کے لئے کوشش ہی نہیں کی۔ اگر تم پہلی جماعت میں داخل نہیں ہوتے۔ تو تم ایم۔ اے پاس کیسے کرو گے۔ پھر حسرت کے ساتھ تم کہو گے کہ

ہمیں خدا نہیں ملا

حالانکہ خدا تعالیٰ کو ملنے کے لئے بھی کلاسز ہیں۔ جب تک تم پہلی کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری کلاس پاس نہیں کرو گے تم خدا تعالیٰ کو مل نہیں سکتے۔ تم نے خدا تعالیٰ کو ملنا ہو تو پہلی جماعت پاس کرو۔ دوسری جماعت پاس کرو۔ تیسری جماعت پاس کرو۔ چوتھی

جماعت پاس کرو۔ پانچویں جماعت پاس کرو۔ چھٹی جماعت پاس کرو۔ ساتویں جماعت پاس کرو۔ مڈل پاس کرو۔ میٹرک کا امتحان پاس کرو۔ کالج کی پہلی جماعت پاس کرو۔ دوسری جماعت پاس کرو۔ تیسری جماعت پاس کرو۔ چوتھی جماعت پاس کرو۔ پانچویں جماعت پاس کرو چھٹی جماعت پاس کرو۔ تب جا کر تم ایم۔ اے پاس کر سکتے ہو۔ تم نے پہلی جماعت پاس نہیں کی۔ لیکن تم

یہ شکوہ کرتے ہو

کہ ہم نے ایم۔ اے پاس نہیں کیا۔ تم نے قاعدہ شروع نہیں کیا اور کہہ رہے ہو کہ ہم نے ایم۔ اے پاس نہیں کیا۔ جو شخص پہلی جماعت پاس نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ مجھے ایم۔ اے میں داخل کرا دو وہ بے وقوف ہے

پس تم اپنے نفس کو آہستہ آہستہ ان مشکلات اور مصائب میں ڈالو جن کے بعد روحانی درجات ملتے ہیں۔ پھر انسان اور ترقی کرتا ہے اور اس قابل ہو جاتا ہے کہ

خدا تعالیٰ کا فضل

اس پر نازل ہو۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے تو تمہیں وہ نتیجہ نہیں مل سکتا جو قربانیوں کے بعد ملتا ہے۔ تم ان راستوں پر چلو جن راستوں پر چل کر تم اعلیٰ مقامات حاصل کر سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کو بھیجا تھا تو اسی لئے کہ جو اس کے ہاتھ میں ہاتھ رکھے گا وہ ولی بن جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی سنت تبدیل نہیں ہو سکتی۔ خدا تعالیٰ کی سنت قائم ہے ولی بننے کے لئے جو کلاسیں مقرر ہیں جب کوئی شخص انہیں پاس کرے گا وہ ولایت کے درجہ کو حاصل کرے گا لوگوں نے حماقت سے یہ سمجھ لیا ہے کہ جب تک

عربی زبان

نہ آئے کوئی شخص ولی اللہ نہیں بن سکتا۔ حالانکہ اگر کوئی شخص قرآن کریم سن سکتا ہے اور وہ سنتا ہے تو یہی بات اس کے لئے کافی ہے یہ نہیں ہو سکتا وہ قرآن کریم پڑھنا نہیں جانتا۔ اور وہ سنتا بھی نہیں تو وہ ولی اللہ بن جائے۔ ولی اللہ بننے کے لئے ضروری نہیں کہ وہ کوئی بڑا مفسر ہو۔ اگر وہ قرآن کریم کا سادہ ترجمہ سن لیتا ہے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو ولی اللہ بننے کے لئے یہ بات کافی ہے

عالم کہلانے کے لئے

صرف کی ضرورت ہے نحو کی ضرورت ہے علم بدیع کی ضرورت ہے۔ علم معانی کی ضرورت ہے۔ فصاحت کی ضرورت ہے۔ لغت کی باریکیاں جاننے کی ضرورت ہے۔ لیکن ولی اللہ بننے کے لئے ان باتوں کی ضرورت

نہیں۔ ہر ولی اللہ مفسر نہیں ہوتا اور نہ ہر مفسر ولی ہوتا ہے۔ بعض ایسے مفسر بھی گزرے ہیں۔ جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ دین سے بے بہرہ تھے۔ مثلاً

صاحب کشاف

ہیں۔ ان کی تفسیر نہایت اعلیٰ ہے لیکن کہتے ہیں کہ وہ نیچری تھے۔ اس لئے انہوں نے روحانیت کو چھوڑ دیا ہے۔ لیکن جہاں تک صرف۔ نحو۔ علم معانی۔ علم کلام۔ علم بدیع۔ فصاحت و بلاغت اور لغت کا تعلق تھا انہوں نے قرآن کریم کی نہایت اعلیٰ تفسیر کی ہے

پس یہ ضروری نہیں کہ جو قرآن کریم کی خدمت کرے وہ ضرور مزار رسیدہ ہوتا ہے۔ نحو۔ صرف۔ علم معانی۔ علم کلام اور لغت جاننے والا بھی یہ کام کر سکتا ہے۔ اسی طرح روحانیت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ تفسیر بھی جانتا ہو۔ ہاں یہ دونوں چیزیں جمع ہو سکتی ہیں۔ روحانیت کا جاننے والا

ظاہری علوم سے بھی واقف

ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ظاہری علوم کا جاننے والا روحانیت کا عالم بھی ہو لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر روحانی عالم ظاہری علوم کا بھی عالم ہو یا ظاہری علوم کا جاننے والا روحانی عالم بھی ہو۔ ہر ایک شخص جو ولایت کے رستوں پر چلے گا وہ ایسا کر سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی مدد کرے یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ تم

اپنی نمازوں کو سنوارو

اپنی عبادت کو سنوارو۔ اور آہستہ آہستہ تم اس بات کی عادت ڈالو کہ رمضان کے علاوہ تم دوسرے ایام میں بھی روزے رکھو۔ زکوٰۃ کے علاوہ تمہیں زائد صدقہ دینے کی بھی عادت ہو۔ اگر ہو سکے تو تم حج بھی کرو۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں آج کل حج پر وہ لوگ جاتے ہیں جن پر حج فرض نہیں ہوتا۔ اور وہ لوگ حج کے لئے نہیں جاتے جن پر حج فرض ہے۔ بیشک بعض حج کے لئے جاتے ہیں تا وہ بیت اللہ میں جا کر دعائیں کریں کہ وہ تندرست ہو جائیں یا خدا تعالیٰ انہیں اولاد اور مال دے۔ لیکن وہ امیر اور مالدار شخص جس پر حج فرض ہے وہ آرام سے بیٹھا رہتا ہے اور اگر وہ حج کرتا ہے تو محض شہرت کے لئے یا اپنی تجارت کو وسعت دینے کے لئے اس سے زیادہ نہیں۔ تم وہ اعمال کرو جن سے خدا تعالیٰ ملتا ہے

خدا تعالیٰ نوافل سے ملتا ہے

فرائض تو خدا تعالیٰ نے انسان کیلئے مقرر کر دیئے ہیں۔ ان کو پورا کرنے سے انسان جنت میں چلا جاتا ہے۔ لیکن اسے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے تم نوافل کی عادت

ڈالو۔ یہ صاحب عارفانہ تھا۔ بڑی چیز خدا تعالیٰ کا ملنا ہے۔ اگر کوئی مصیبت نہ بھی ہو تب بھی خدا تعالیٰ سے لَو لگانے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی اپنی مصیبت ٹالنے کو عبادت کا مقصد قرار دے لیتا ہے تو یہ نہایت ادنیٰ اور ذلیل بات ہے۔ اگر خدا خدا ہے اگر مذہب مذہب ہے۔ تو خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں ساری چیزیں حقیر ہیں۔ اصل چیز خدا تعالیٰ کو خوش کرنا ہے دنیا کو خوش کرنا اصل چیز نہیں۔ خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے ان قربانیوں کی ضرورت ہے۔ جن سے خدا تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ لیکن ہمارے بعض نوجوانوں میں دین کی محبت کمزور ہے وہ نمازوں میں سست ہیں۔ اس سے تمہاری نسل اور تمہارا خاندان خدا تعالیٰ کا قرب کیسے حاصل کر سکتا ہے۔ اگر تم اپنی

اولاد کی تربیت

نہیں کرتے تو تم خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے سے محروم رہ جاؤ گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی مولوی برہان الدین صاحب مذاقیہ طبیعت رکھتے تھے۔ ان کی ساری زندگی نہایت سادگی میں گزری تھی۔ ایک دن مولوی عبد الکریم صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ مولوی برہان الدین صاحب ایک خواب سنانا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا سنائیں۔ مولوی برہان الدین صاحبؓ کہنے لگے۔ میں نے خواب میں اپنی فوت شدہ ہمشیرہ کو دیکھا کہ وہ مجھ سے ملی ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا بہن سناؤ تمہارا کیا حال ہے کہنے لگی خدا نے بڑا فضل کیا ہے اس نے مجھے بخش دیا ہے اور اب میں جنت میں آرام سے رہتی ہوں۔ میں نے کہا بہن وہاں کرتی کیا ہو۔ کہنے لگی۔ بیر بیچتی ہوں۔ میں نے کہا بہن ہماری بھی قسمت عجیب ہے کہ ہمیں جنت میں بھی بیر ہی بیچنے پڑے۔ اس خواب کی تعبیر تو نہایت اعلیٰ تھی۔ بیر جنت کا ایک پھل ہے اور اس سے مراد ایسی کامل محبت ہوتی ہے جو لازوال ہو۔ اور جنت کا پھل بیچنے کے یہ معنے تھے کہ تم اللہ تعالیٰ کی لازوال محبت لوگوں میں تقسیم کرتی پھرتی ہو۔ لیکن

مولوی برہان الدین صاحبؓ کا ذہن

اس تعبیر کی طرف نہیں گیا اور ظاہری الفاظ کے لحاظ سے انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ بیر بیچنا تو بڑی معیوب بات ہے۔ بہرحال یہ خواب سنا کر ان پر رقت طاری ہو گئی اور کہنے لگے حضور ہم سنا کرتے تھے کہ مسیح آئیں گے تو وہ شخص بڑا خوش قسمت ہو گا جو مسیح کو دیکھے گا پھر ہم نے مسیح موعود کی آواز کو سنا آپ پر ایمان لائے۔ پھر سنا کہ فلاں شخص آپ پر ایمان لایا اور اسے قرب کا مرتبہ مل گیا اسے الہام ہونے لگے ماسٹر نذیر حسین کو کشوف ہوتے ہیں۔ اس پر ان کی چیخ نکل گئی اور کہنے لگے لیکن میں تو پھر بھی جھُڈو دا جھُڈو ہی رہا۔"

مجھے آج تک پتہ نہیں لگا کہ جھُڈو کے کیا معنے ہیں لیکن جہاں تک اس کے مفہوم کا تعلق ہے وہ یہی تھا کہ میں نہایت ادنیٰ قسم کا آدمی ہوں کہ میں نے مسیح موعود سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھایا۔ ان کا تو یہ غلط فہمی تھی لیکن اس میں کیا شبہ ہے کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائے۔ اور آپ کی جماعت میں داخل ہوئے۔ تم ایسے طبیب کے پاس گئے جس کے پاس ایسا سُرمہ تھا جس کے لگانے سے انسان خدا تعالیٰ کو دیکھ سکتا ہے۔ لیکن جب پھر بھی خدا تعالیٰ دکھائی نہ دیا اس سے زیادہ بد قسمت اور کون ہو گا۔ تم ہسپتال میں داخل ہوئے لیکن بیماری کی حالت میں ہی اس سے باہر چلے گئے۔ لوگ موتیا بند کا اپریشن کرتے ہیں اور جب کا اپریشن خراب ہوتا ہے وہ ساری عمر حسرت سے کہتا ہے کہ لوگ آئے اور اپریشن کرایا۔ بینائی حاصل کی اور چلے گئے لیکن میں نے اپنا اپریشن بھی کروایا۔ پھر بھی میری آنکھ نہ بنی۔ اس شخص سے زیادہ خراب حالت اس شخص کی ہے جو اس جماعت میں داخل ہوا جس کی غرض ہی خدا تعالیٰ کا وصال تھی لیکن وہ خدا تعالیٰ سے ملے بغیر گزر گیا۔ قرآن کریم میں آتا ہے یمرون علیہا وھم معرضون وہ خدا تعالیٰ کے نشانات پر سے گزرتے ہیں لیکن ان کی طرف دیکھتے نہیں۔ تم وہ طریق اختیار کرو جس سے خدا تعالیٰ ملتا ہے۔ تم قدم تو اٹھاؤ۔ تم حج کے لئے ارادہ تو کرو۔ تم زکوٰۃ کے لئے ہاتھ تو بڑھاؤ۔ تم روزوں کے لئے تیاری تو کرو۔ اس کے بعد دوسرا قدم اٹھے گا۔ پھر تیسرا قدم اٹھے گا۔ پہلے دن ہی ولایت نہیں مل جائے گی تم قدم اٹھاؤ گے تو وہ چلے گا۔ آخر تم ان لوگوں کی طرح کیوں ہو گئے جو یہ سمجھتے ہیں کہ لوگ خود بخود ان کا کام کر دیں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ

ایک واقعہ سنایا کرتے تھے

کہ دو شخص ایک جنگل میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انہیں دور سے ایک شخص نظر آیا۔ ان میں سے ایک نے اسے بلایا اور کہا میری چھاتی پر بیر پڑا ہے اُٹھا کر یہ میرے منہ میں ڈال دو۔ آنے والا شخص سپاہی تھا وہ بہادر مغرور تھا۔ وہ سمجھا کہ یہ بیچارہ کوئی ڈیوٹی پر جا رہا تھا اس نے خیال کیا کہ یہاں جنگل میں کوئی مصیبت زدہ ہے۔ میں جلدی اس کی مدد کو پہنچوں۔ لیکن جب وہ وہاں گیا تو اس نے کہا میری چھاتی پر بیر پڑا ہے یہ میرے منہ میں ڈال دو۔ اسے غصہ آیا اور اس شخص سے جس نے اسے آواز دی تھی سمجھا تو پڑا ہے جاہے۔ میں اپنی ڈیوٹی پر جا رہا تھا کہ تو نے آواز دی۔ میں نے سمجھا کوئی مصیبت زدہ ہے اس لئے میں یہاں آ گیا تا تمہاری مدد کروں لیکن یہاں آیا تو تم نے کہا میری چھاتی پر بیر پڑا ہے۔ یہ بیر اٹھا کر میرے منہ میں ڈال دو۔ کیا تمہارا ہاتھ نہیں تھا تم نے بیر خود منہ میں کیوں نہ ڈال لیا۔ اس پر دوسرے شخص نے کہا میاں خفا کیوں ہوتے ہو یہ بہت ذلیل آدمی ہے اس پر خفا ہونا بے فائدہ ہے ساری رات کتا میرا منہ چاٹتا رہا لیکن اس کمبخت نے ہش تک نہیں کی۔ اس پر وہ سپاہی چپ کر کے چلا گیا پس تم اپنی حالت ان جیسی نہ بناؤ۔ اگر تم نے ابھی کوشش ہی نہیں کی۔ قربانی ہی نہیں کی۔ تم نے اس رستہ پر قدم ہی نہیں رکھا جس راستہ پر چلنے سے خدا ملتا ہے۔ تو پھر تم کس طرح امید کر سکتے ہو کہ چونکہ تم اس جماعت میں ہو جو خدا تعالیٰ تک پہنچاتی ہے اس لئے

خدا تعالیٰ تمہیں مل جائے گا

تمہاری آوازوں سے تو دنیا کا گوشہ گوشہ گونج جانا چاہیئے۔ تمہارے گھروں سے قرآن کریم پڑھنے کی اس قدر آوازیں آنی چاہئیں کہ دنیا حیران ہو جائے۔ ہم جب قادیان کی گلیوں میں سے گذرتے تھے تو ہر گھر سے قرآن کریم پڑھنے کی آوازیں آتی تھیں لیکن یہاں صبح کی یہ کیفیت نہیں ہوتی انسان جتنا گرتا ہے اتنا ہی اسے شور مچانے اور چلانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تم مصائب میں گھرے ہوئے ہو۔ تمہیں تو بہت زیادہ چلانا چاہیئے۔ مجھے خوشی ہوتی ہے کہ کچھ لوگ تہجد پڑھنے کے لئے تیار ہوتے ہیں لیکن ابھی بہت لوگ باقی ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ آبادی کا ایک حصہ بچے ہیں۔ پھر عورتیں ہیں۔ ان کا بھی حصہ ایسا ہوتا ہے جو نماز نہیں پڑھتا۔ پھر کچھ بیمار اور کچھ بوڑھے ہیں۔ اگر انہیں کل آبادی کا نصف حصہ بھی سمجھ لیا جائے تب بھی ربوہ کی آبادی پانچ چھ ہزار کی ہے۔ اس میں سے

ایک ہزار تو تہجد گزار ہونا چاہیئے

پھر سکول کے طالب علموں کو بھی تہجد کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ پندرہ سولہ سال کے لڑکے کو کم سے کم ہفتہ میں ایک دفعہ تو تہجد کے لئے اٹھانا چاہیئے اور اساتذہ کو اس کی نگرانی رکھنی چاہیئے۔ لیکن جب طلباء کو اسی قسم کی تحریک نہیں ہو گی تو وہ خیال کریں گے کہ خود ہمارے اساتذہ کو بھی دین کی قدر نہیں اور اس طرح وہ بہت سست ہو جائیں گے پس تم

روحانیت پیدا کرنے کی کوشش کرو

تہجد اور نوافل پڑھنے کی عادت ڈالو تلاوتِ قرآن کریم کی عادت ڈالو تا ساری جماعت اس مرکز پر جمع ہو جائے جو دنیا میں روحانیت کا سرچشمہ ہے۔

(الفضل ۱۵ جولائی ۱۹۶۱ء)

حضرت صوبیدار ڈاکٹر لعل محمد صاحب رضؓ

نوٹ:۔ حضرت صوبیدار ڈاکٹر لعل محمد صاحب جن کا اصل وطن ضلع بارہ بنکی یو۔ پی تھا سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک مخلص خادم تھے آپ ۸۳ سال کی طویل عمر پا کر ۲۲ جون کو ربوہ میں فوت ہوئے اور مقبرہ بہشتی ربوہ میں دفن ہوئے۔ آپ کی شخصیت اور خدمات کے اعتراف میں یہ چند اشعار پیش ہیں

عاشقِ شمعِ رسالت چل بسے
ڈاکٹر لعلِ محمدؐ جو کہ تھے
کہہ گئے بیٹے حسن کو الوداع
ہر زماں بڑھتے رہے اخلاص میں
صبر و استقلال کے خوگر رہے
کرتے کرتے خاکِ ربوہ کا طواف

واحسرتا! بابائے تربیت چل بسے
عطرِ گلہائے شرافت چل بسے
چھوڑ کر مہر و محبت چل بسے
پیکرِ اخلاص و الفت چل بسے
کوہِ استقلال و ہمت چل بسے
خامشی سے سُوئے جنت چل بسے

مہبطِ انوار باشد مرقدش۔
از دیارِ آل آرد۔ رحلتش
(آمین)

خاکسار حشمت دین محمد احمدی۔ پنشنر اکونٹینٹ
محلہ دار الرحمت۔ وسطی۔ ربوہ

انجیلی اور قرآنی دعا کا موازنہ

سورۂ فاتحہ کی برتری کے متعلق پادری صاحبان کا اعتراف

اسلام کو یہ ایک جامع فضیلت ہے کہ وہ باقی ادیان سے ہر پہلو میں افضل اور برتر ہے۔ اس کی تعلیمات کو دیکھا جائے تو وہ ہر پہلو سے جامع اور افضل ہیں۔ اس کے پیش کردہ اسوۂ حسنہ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی پر نظر کی جائے تو آپ سب نبیوں میں بے مثال نمونہ ہیں۔ قرآنی پیشگوئیوں کو دیکھا جائے تو قرآن کی صداقت اور حقانیت زندہ یقین پیدا کرنے والی چیز ہے۔ پھر قرآن مجید کی دعاؤں پر نظر کی جائے تو وہ سب مذہبی کتابوں کی دعاؤں سے بہتر اور برتر ہیں۔

عیسائی صاحبان کے ہاں جو دعا رائج ہے اور جس کا پڑھنا وہ روزانہ ضروری سمجھتے ہیں اگر اسے سورۂ فاتحہ کے مقابلہ پر رکھا جائے تو روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ قرآنی دعا ہر پہلو سے بہتر اور جامع ہے اور انسانی روح صیقل کرنے کا کامیاب ذریعہ۔

حضرت مسیح نے اپنے حواریوں سے کہا کہ تم یوں دعا مانگا کرو کہ:-

"اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے۔ تیری بادشاہت آئے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو۔ ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے اور جس طرح ہم نے اپنے قرضداروں کو معاف کیا ہے تو بھی ہمارے قرض ہمیں معاف کر اور ہمیں آزمائش میں نہ لا بلکہ برائی سے بچا۔" (متی باب ۶)

اب آپ قرآن مجید کی سورۂ فاتحہ کی دعا پر توجہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو دعا سکھائی ہے کہ وہ کہیں۔ بسم اللہ...

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ○ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○"

یعنی ہم اللہ کے نام سے جو بے انتہا کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ شروع کرتے ہیں کہ سب تعریفوں کا مستحق وہی اللہ ہے جو سب جہانوں کو پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے۔ جس کی رحمتیں بے پایاں ہیں، جو بار بار اپنی رحمتوں سے نوازتا ہے اور جزا و سزا کے وقت کا مالک ہے۔ اے کامل خدا! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا اور اس سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق دے اور چلا کر منزل مقصود تک پہنچا جو راستہ ان لوگوں کا ہے جن پر تو نے انعام فرمایا ہے۔ نہ اُن لوگوں کا راستہ جو مورد غضب ہوئے یا جنہوں نے ضلالت کو اختیار کیا۔"

ناظرین! ہر دو دعاؤں کا موازنہ کر کے دیکھیں کہ:-

اول۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی عظیم صفات کا ذکر ہے قرآنی دعا ہر طرح سے کامل ہے مگر انجیلی دعا میں یہ پہلو نظر نہیں آتا۔ رب العالمین کے لفظ سے ابّا (باپ) کے لفظ کو کیا نسبت ہے؟

دوم۔ جہاں تک خالق اور مخلوق کا تعلق ہے انجیلی دعا کا بیان سراسر ناقص ہے۔ قرآن مجید کی دعا کا نقشہ جامع یہ فقرہ ہے:

"اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" ہم صرف تیرے بندے ہیں اور تو ہی ہمارا ناصر و مددگار ہے۔"

سوم۔ انجیلی دعا سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ابھی تک زمین پر خدا کی مرضی پوری نہیں ہو رہی جس طرح آسمان پر پوری ہوتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی آسمانوں پر اور زمینوں پر یکساں شان اور عظمت کے ساتھ پوری ہو رہی ہے کوئی اس کے ارادہ میں روک نہیں۔ وہ تعالیٰ لما یرید ہے۔

چہارم۔ انجیلی دعا میں روز کی روٹی طلب کی گئی ہے اور ایک جنازہ پر قرضوں کی معافی کی درخواست کی گئی ہے کہ ہم نے اپنے قرضداروں کو بخش دیا ہے۔ پھر زیادہ سے زیادہ برائی سے بچنے اور آزمائش میں نہ ڈالے جانے کی درخواست ہے۔ مگر اس کے بالمقابل قرآنی دعا میں ان تمام روحانی اور دنیوی نعمتوں کے لئے درخواست کی گئی ہے جو منعم علیہ لوگوں کو ملتی رہی ہیں برائی سے بچنا ایک منفی خوبی ہے مگر نعمتوں سے بہرہ یاب ہونا ایک مثبت کمال ہے اور قرآنی دعا میں اللہ تعالیٰ کی تمام روحانی نعمتوں کے دوام کی بھی درخواست کی گئی ہے پس قرآن مجید کی دعا سے انجیلی دعا کو کوئی نسبت ہی نہیں۔ ہر شخص جس میں ذرہ بھی مذہبی درد و گداز پایا جاتا ہے وہ ایک نظر میں قرآنی دعا کی فضیلت اور برتری کا اندازہ کر سکتا ہے۔ اب ہم صرف دو بڑے عیسائیوں کی آراء سورۂ فاتحہ کے متعلق درج ذیل کرتے ہیں۔

(۱) جرمن مستشرق نولڈیک انسائیکلوپیڈیا برٹینکا کے نویں ایڈیشن میں سورۂ فاتحہ کے ذکر میں لکھتے ہیں:-

"یہ مسلمانوں کی الہامی دعا ہے جو خدا کے حضور کی جاتی ہے اور یہ مسلّم اور ناقابل تردید امر ہے کہ قرآن مجید کا خلاصہ ہے۔ اس سورت کے جو سورۃ الفاتحہ کے نام سے موسوم ہے حسب ذیل الفاظ ہیں (الفاظ کے بعد) یہ اس قدر واضح اور سادہ جذبات ہیں کہ تشریح کی ضرورت نہیں۔ آج تک یہ ایک بامعنی اور پُرمغز دعا ہے۔"
(جلد ۱۶ صفحہ ۶۰۰)

(۲) پادری ای ایم پال صاحب اپنے رسالہ "سلطان التفاسیر" کے آخر پر "سورۂ فاتحہ کی شان" کے عنوان کے ماتحت لکھتے ہیں:-

"سورہ فاتحہ اپنے حقیقی مفہوم کے اعتبار سے نہایت شاندار سورۃ ہے اس کے ہر جملہ سے خدا کی خدائی اس کی عظمت و برتری، اس کے رحم اور فضل کی عالم گستری، اس کے بندوں کی طرف سے عجز و نیاز مندی، اطاعت و فرمانبرداری اور حقیقی دعا و التجا ظاہر ہوتی ہے۔ ڈاکٹر وہیری صاحب نے اپنی انگریزی تفسیر القرآن میں کیا ہی خوب لکھا ہے کہ سورۃ فاتحہ کی اس کے حقیقی مقصد کے لحاظ سے کوئی مسیحی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ اول آخر تک ایک مخلصانہ دعا ہے جس کو مسیحانہ طور پر ادا کیا گیا ہے۔ ہر ایک مسیحی اس کے جواب میں آمین کہہ سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صرف آمین نہیں بلکہ اس کو ورد کر سکتا ہے۔" (صفحہ ۷۱)

بالآخر ہم عیسائی دوستوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ ضرور ٹھنڈے دل سے اسلام کی خوبیوں پر نظر ڈالیں انجیل اور قرآن پاک کا موازنہ کریں۔ انجیلی دعا اور قرآنی دعا پر غور فرمائیں تا کہ اللہ تعالیٰ ان پر کھول دے کہ مسیحیوں کیلئے قرآن مجید پر بھی ایمان لانا ضروری ہے ورنہ ان کیلئے سراسر خسارہ۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسی دنیا میں حقیقی نجات نصیب کرے اور خدا سے تعلق باللہ نصیب ہو جائے گا۔

مظفرپور میں اجتماعی دعا و صدقہ

مظفرپور۔ ۱۰ر جولائی۔ بعد نماز جمعہ سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کی صحت و سلامتی کے لئے تضرعانہ اجتماعی دعا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کو شفاء کامل عطا فرمائے۔ اس "نشان رحمت" کو زیادہ سے زیادہ صحیح رنگ میں تادیر ہمیں خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

اجتماعی صدقہ کا بھی انتظام کیا گیا۔ ایک بکرا ذبح کر کے گوشت غرباء میں تقسیم کیا گیا نیز کچھ نقدی بھی مساکین میں تقسیم کی گئی اور باقی رقم قادیان دارالامان بھیج دی گئی۔ انفرادی طور پر بھی خصوصی رنگ میں حضور کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعائیں جاری ہیں۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

خاکسار عبدالحق فضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مظفرپور (بہار)

امتحان میں کامیابی اور اظہار تشکر

الحمدللہ عزیز خورشید احمد اپنے امتحان ہائر سیکنڈری کے تھرڈ ایئر میں سیکنڈ ڈویژن میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اور برادرم خواجہ ثناء اللہ صاحب کی دختر عزیزہ مسعودہ اختر میٹرک کے امتحان میں کامیاب ہو گئی ہے۔ بہ سلسلہ ہی ان احباب کا بھی شکریہ کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے کامیابی کے لئے دعا فرمائی تھی۔

اس خوشی میں مبلغ بارہ روپیہ ۱۲/- شکرانہ فنڈ میں بھیجے جاتے ہیں۔ مولا کریم قبول فرمائے۔ اور آئندہ مزید حصول علم کی توفیق دے۔

خاکسار غلام محمد سیکرٹری جماعت احمدیہ
بانڈی پورہ کشمیر

قسط ۲

مسئلہ تثلیث — موجودہ مسیحیت کی رگِ حیات

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

ایریوس کا حوصلہ

اس جگہ یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ مسیحیوں میں ابتداء سے ہی ایک فرقہ عقیدۂ توحید پر قائم تھا۔ جس کو "یونیٹیرین فرقہ" کہتے ہیں۔ چوتھی صدی عیسوی میں اس فرقہ کے ایک زبردست عالم نے جن کا نام ایریوس (ARIUS) تھا۔ اور جو اسی بطریق اسکندریہ کی طرف سے قسیس کے معزز عہدہ پر فائز تھا مسیحیوں کو عقیدۂ تثلیث پر نئے سرے سے غور و فکر کرنے کی دعوت دی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دعوت اس وقت دی گئی جب عقیدۂ تثلیث نے شرک جلی کی شکل اختیار کر لی تھی۔ پولوس نے تثلیث کا جو خاکہ پیش کیا تھا۔ ممکن ہے کہ اس کی بنیاد تشبیہ و استعارہ پر ہو لیکن اب کلیسائوں کی طبیعت پر کثافت غالب آگئی تھی۔ وہ زیرکی یا لطافت جو اس فارمولے کو سمجھنے کے لئے درکار تھی۔ عام مسیحی اس سے محروم ہو گئے تھے۔ اب عقیدہ میں یہ بات داخل ہوگئی کہ جناب یسوع مسیح خدا کے ایسے ہی بیٹے ہیں جیسے یحییٰ ذکریا کے بیٹے تھے۔ یعنی تشبیہ و استعارہ کا پردہ ہٹ کر اب خدا اور مسیح کو سچ مچ باپ اور بیٹا "بنا دیا گیا۔ ان کے درمیان جسمانی رشتہ تسلیم کیا گیا جیسا دنیا میں باپ اور بیٹے کے درمیان ہوتا ہے۔

پولوس کا فارمولا روزِ اول سے ہی مخبوط الشرک تھا۔ اور اسی لئے آج ہم اس کو معقول کرنے میں حق بجانب ہیں۔ مگر اب کلیسا کے "نعمت خانہ" میں تثلیث کا یہ ترنوالہ پڑا پڑا اتنا متعفن ہو گیا تھا کہ اب کوئی موحد یا حقیقت پسند انسان اس کی چہار دیواری میں بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ اسے اب اس میں داخل ہوتے ہی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے غلاظت کی سٹھی اس کے منہ پہ مار دی۔ ایریوس ایک ایسا ہی حساس اور ذکی الفطرت انسان تھا۔ اس نے مسیحی علماء کو دعوت دی کہ وہ عقیدۂ تثلیث پر نظر ثانی کریں اسے تورات و انجیل اور عقل و استدلال کی روشنی میں دیکھیں۔

ایریوس کی قبولیت

ایریوس کی یہ دعوت اہلِ کلیسا کو کچھ ایسے موثر رنگ میں لگی کہ بہت جلد علماء اور مسیحی زعماء کی ایک بڑی تعداد اس کے حلقۂ ارادت میں آگئی۔

وہ ایک قادر الکلام خطیب تھا۔ کلیسا کی خدمت اس نے بہت محنت و بے غرضی سے کرتا تھا اس لئے لوگ اسے قدر و عزت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

وہ ایک دراز قد وجیہہ صورت اور مہذب شائستہ آدمی تھا۔ لوگ اس کی باتوں سے بہت جلد متاثر ہو جاتے تھے۔

"اسکندریہ" کے اس قسیس نے پہلے ادب و احترام سے اپنے ہم پیشہ امیروں اور دوستوں کو اس مسئلہ پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی۔ مگر اس طرف سے بدکلامی، غرور، نخوت اور اغراض و سرکشی کے علاوہ اور کوئی بات ظہور میں نہیں آئی۔ اس لئے وہ انہیں چھوڑ کر مسیحی عوام کے سامنے آیا۔ اور ان کے روبرو اپنے پاکیزہ خیالات پیش کئے۔ لوگ آہستہ آہستہ ان کے خیالات سے متاثر ہونے لگے۔ "بطریقِ اسکندریہ" کو جب ان تقریروں کی رپورٹ موصول ہوئی تو پہلے اس نے اپنی شانِ بطریقی سے کام نکالنا چاہا۔ "ایریوس" کو اپنے پاس بلایا اور سمجھایا۔ مگر "ایریوس" پر اس کا جادو نہ چل سکا۔ اور وہ "اسکندروس" کے سلوک و برتاؤ سے بہت آزردہ خاطر ہو کر اٹھا اور اب زیادہ شدت کے ساتھ تثلیث کے خلاف وعظ و نصیحت کرنے لگا۔

"اسکندروس" نے جب یہ سماں دیکھا۔ تو اس کو عوام کی ہدایت و ضلالت سے زیادہ اپنے تختِ بطریقی کی فکر دامنگیر ہوئی۔ وہ "ایریوس" کے خلاف عوام کو بھڑکانے لگا۔ کلیسیاؤں کو خطوط بھیجے اور "ایریوس" کو ایک فتنۂ مجسم بنا کر پیش کیا۔

اثاناسیوس

خود "اسکندروس" میں تو یہ تابیت و جرأت نہیں تھی کہ وہ ایریوس کے مدِ مقابل آتا۔ اس لئے وہ اس مہذب و شائستہ انسان کے سامنے ایک ایسے شخص کو لے آیا جو نہایت بدزبان شعلہ مزاج اور تند خو تھا۔ اور بچپن میں آوارہ گردی کیا کرتا تھا۔ یہ اسکندروس کا پروردہ تھا۔ اس کو "اسکندروس" نے ایک مرتبہ کلیسا کے خلاف سوانگ بھرتے دیکھا۔ اس لڑکے کی یہ ادا اس کو کچھ ایسی پسند آگئی کہ فوراً اس کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا۔ اور دینیات و الہیات کی تعلیم دینے لگا۔

اس لڑکے کا نام اثاناسیوس (ATHANASIUS) تھا۔ پستہ قد، کریہ المنظر اور درشت کلام آدمی تھا۔ اس کے طور و طریق میں ابھی تک بازاری رنگ پایا جاتا تھا۔ ایریوس جیسے وضعدار اور شائستہ آدمی کے لئے "اثاناسیوس" ایک فتنۂ روزگار تھا۔ اس شخص نے اب تثلیث کی وہ تعریف شروع کی جو غالباً پولس رسول کو بھی معلوم نہیں تھی۔ یعنی خدا اور مسیح کو حقیقی طور پر پدر و فرزند بنا ڈالا۔

ایریوس کے سوالات

ظاہر ہے کہ یہ بات کسی موحد کے لئے کیسے قابلِ برداشت ہو سکتی تھی۔ "ایریوس" کے تذکرہ میں آتا ہے کہ وہ کلیسا کی یہ حالت دیکھ کر اکثر غمگین و فکرمند رہا کرتا تھا۔ اور عوام و خواص کو بہت درد مندانہ مؤثر الفاظ میں اس فتنے سے بچنے کی تلقین کرتا تھا۔ اس نے ان دنوں تثلیث کے حامیوں سے جو سوالات کئے وہ یہ تھے۔

خدا اگر باپ ہے اور مسیح اس کا بیٹا۔ تو اس باپ اور بیٹے کے درمیان کیسی نسبت پائی جاتی ہے؟ شعور ذاتِ ربانی عین ذاتِ ربانی ہے؟ یا ان دونوں کے جوہر الگ الگ ہیں؟ پیدائش کے اعتبار سے باپ اور بیٹے کے درمیان تقدم و تاخر زمانی پایا جاتا ہے یا نہیں؟ اگر پیدائش کے اعتبار سے دونوں ہم زمان ہیں تو باپ اور بیٹے کا تصور کیسے ممکن ہے؟ اور اگر ذاتِ ربانی جوہرِ اصل ہے اور مسیح اس کا فرع تو اس صورت میں مسیح کا وجود حادث مخلوق اور قابلِ تغیر ہوا یا نہیں؟

ایریوس کی شہرت

ایریوس کے یہ سوالات عقل اور منطق کے اعتبار سے کچھ ایسے طاقتور اور موزوں تھے کہ بہت جلد عام کلیساؤں اور مسیحی آبادیوں میں اس کا چرچا ہونے لگا۔ اور ہر جگہ ذاتِ ربانی فلسفہ رنگ زبانی کی بحث چھڑ گئی۔ نائیسیا کے جرجیس نے اس کیفیت کا خوب نقشہ کھینچا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ

قسطنطنیہ کے ہر گوشہ میں اسی بحث کا چرچا ہے۔ کوچے اور بازاروں میں۔ مکانوں اور کباب کی دکانوں پر۔ جہاں جائیے کوئی نہ کوئی بات اسی مضمون کی سننے میں آتی ہے اگر کسی سوداگر کی دکان میں کوئی چیز دیکھ کر آپ نے دام پوچھے ہیں تو دام بتانے سے پہلے دکاندار ایک تقریر مولود و غیر مولود کی شروع کرتا ہے۔ اگر روٹی کی قیمت نانبائی سے پوچھی ہے تو کہتا ہے کہ بیٹا باپ کا تابع ہے اگر حمام کے نوکر سے پوچھئے کہ نہانے کو پانی تیار ہے تو جواب دیتا ہے کہ بیٹا نیست سے ہست ہوا ہے۔ کیتھولک فرقہ کہتا ہے کہ خدا کا اکلوتا بیٹا بزرگ ہے۔ ایریوسی جواب دیتے ہیں کہ جس کے ذریعہ مولود ہوا وہ اس سے بھی بزرگ ہے

یہ جرجیس نائیسیا کا رہنے والا تھا جہاں مسیحیوں کی سب سے بڑی کونسل منعقد ہوئی تھی۔ اس نے زمانے کا خوب ہی نقشہ کھینچا ہے

ایریوس کی قبولیت

اگرچہ ایریوس ایک ایسا عقیدہ پیش کرتا تھا جو اکثریتی فرقے کے عقیدے سے مختلف تھا۔ لیکن وہ ہر مجلس میں صداقت اور زورِ استدلال کے ذریعہ غالب آ جاتا تھا۔ اکثر نیک طبیعت مسیحی اس کے ہم خیال ہو گئے۔ "گبن بیانٹ" نے اپنی کتاب "دور آبادی ریبوٹیشن" میں لکھا ہے کہ

ایریوسی عقیدے نے کچھ کم طبیعتوں کو اپنی طرف متوجہ نہیں کیا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ عقل کے اعتبار سے جو پہلو اس نے اختیار کیا تھا۔ وہ بہت مضبوط تھا اور اس سے ایک ایسے دین کی کے پیدا ہونے کی خبر ملتی تھی جو فلسفیانہ اعتراضات سے بالکل .... محفوظ رہے لیکن کیتھولک الہامات پر مصر تھے کہ جو حقائق ذاتِ الٰہی سے تعلق رکھتے ہیں وہ خالص طور پر ایمانی معاملات ہیں اور ایمانی معاملات میں جب تک وحی و الہام اجازت دے۔ اس سے تجاوز کرنا درست نہیں۔ اور یہ کہ "ایریوس" نے جو پہلو اختیار کیا ہے۔ وہ خود عقل کی رو سے قابلِ اعتراض ہے۔ اس کے جواب میں کیتھولک سے ایریوسی کہتے تھے کہ ہمیشہ تو اعلیٰ اسفل کی پیروی کرو۔ اور اس بات کو تسلیم کرو کہ خدائی "ابوت" میں یہ خیال شامل ہے کہ باپ کا وجود بیٹے سے پہلے تھا۔ جب بیٹا وجود نہ رکھتا تھا جب یہ دونوں کلیں موجود

ہیں۔ تو جو نتیجہ ان سے نکلتا ہو۔ اس کے نکالنے میں دریغ نہ کرو یا یک وہمی اور خیالی عقیدہ سے سے بچے ایسا عقیدہ اختیار کرو۔ جس پر دلیل مضبوط ہو۔ کیتھولک اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ جہاں تک اسرار الٰہی سے بحث کا تعلق ہے وہاں تک انسانی منطق کا دائرہ بہت تنگ ہے اور وہ تعلق الٰہی جس کو "ابوت" کہتے ہیں۔ وہ ایک ایسی عجوبہ شئے ہے جس کی دوسری مثال کہیں موجود نہیں۔

(قسطنطین ص۳۰ جامعہ عثمانیہ)

آریوس کا عقیدہ

اس حوالہ سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ آریوس تثلیث کے مقابل کوئی سا ثبت عقیدہ پیش کرتا تھا۔ وہ خدا کی "ابوت" اور مسیح کی "بنوت" کو منطق کے صغریٰ و کبریٰ کی شکل دے کر یہ نتیجہ اخذ کرتا تھا کہ مسیح مخلوق حقیر اور حادث وجود ہے۔ اس کو ابن اللہ کہہ سکتے ہیں۔ مگر محض تشبیہ اور استعارہ کے رنگ میں ازروئے حقیقت مسیح خدا کا ایک بندہ ہے۔ اور دوسری مخلوق کی طرح وہ بھی حادث ہے

اثناسیوس کا نظریہ

اس کے مقابل اثناسیوس وحدت جوہریت کا نظریہ پیش کرتا تھا یعنی یہ کہ خدا اور مسیح دونوں اصل اور جوہر کے اعتبار سے ایک ہیں۔

اسکندروس جو آریوس کا حریف تھا اور اثناسیوس جو خدا اور مسیح کے درمیان حقیقی باپ اور بیٹے جیسا تعلق ثابت کرنے میں لگا تھا علم فضل اور استدلال میں آریوس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے ان مسیحیوں نے اس کے اعتراضات کا کوئی معقول جواب دینے کی بجائے اس کے خلاف تکفیر، اخراج اور مقاطعہ کی مہم چلائی۔

اسکندروس کی مخالفانہ سرگرمیاں

اسی غرض سے اسکندروس نے اپنے علاقہ کے اساقفہ کی ایک مجلس طلب کی۔ اس میں ایک سو اساقفہ شریک ہوئے۔ آریوس اپنے ساتھیوں سمیت اس مجلس میں شریک ہوا۔ مسئلہ تثلیث پر زور دار بحث ہوئی۔ علم، دلائل اور نقل کے اعتبار سے "اسکندروس"، "آریوس" کے سامنے طفل مکتب معلوم ہوتا تھا

دیوبندی اور بریلوی مناظرے کا نظارہ

اس مجلس میں جب اسکندروس اور دوسرے اسقف آریوس کے استدلال سے عاجز آ گئے اور ان کے سامنے خاموشی، فرار اور شکست کے سوا کوئی اور صورت نہیں رہی تو اتفاق سے وہاں وہی سماں پیدا ہو گیا۔ جو ہندوستان میں قدرت خداوندی کے موضوع پر دیوبندیوں اور بریلویوں کے مناظروں میں پیدا ہوا کرتا ہے

جب ایک دیوبندی مناظر کہتا ہے کہ خدا ہر شئے پر قادر ہے تو ایک بریلوی فوراً سوال کر دیتا ہے کہ کیا تمہارے نزدیک خدا جھوٹ بول لے۔ شراب پینے اور زنا کرنے پر بھی قادر ہے؟ اس وقت دیوبندی مناظر کی جان عجیب کشمکش میں پڑ جاتی ہے۔ وہ ہاں کہتا ہے تو جذباتی سامعین کے ہاتھوں پٹتا ہے اور اگر نہیں کہتا ہے تو مناظرے میں شکست کھاتا ہے بالکل یہی صورت حال آریوس کے ساتھ اس مناظرے میں پیش آئی۔

آریوس نے جب ایک سو اساقفہ کے روبرو نہایت اعلیٰ مناظرانہ انداز میں کہا کہ جناب یسوع مسیح جو ابن اللہ ہے۔ اپنے جوہر اور اصل کے اعتبار سے حادث اور تابع تغیر ہے تو مجمع ہی سے ایک شخص نے سوال کیا کہ اگر مسیح تابع تغیر ہے تو کیا مسیح کی ذات میں ایسا تغیر بھی ممکن ہے۔ جیسا شیطان کی ذات میں ہوا کہ وہ نیک سے بد بن گیا۔ آریوس کی حالت اس وقت دیوبندی مولوی کی سی ہو گئی۔ اور متعصب و کم ظرف سامعین نے اس کے خلاف تالیاں پیٹ دیں۔ اسکندروس نے جو ایسے ہی موقعہ کی تاک میں تھا۔ فوراً آریوس اور اس کی جماعت پر کفر کا فتوےٰ لگا دیا۔ اور ان سبھوں کو کلیسا سے خارج کر دیا۔

اسکندروس کا گشتی خط

اسکندروس نے اپنے زعم میں اس کارروائی کے ذریعہ آریوس کی راہ میں سنگ گراں حائل کر دیا۔ مگر وہاں وہی ثابت ہوئی کہ سچائی اپنا راستہ خود ہموار کر لیتی ہے۔ اسکندروس کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ اس کی ساری کارروائیاں بالکل بے اثر ثابت ہوئیں اور لوگ پہلے سے زیادہ آریوس کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ تو اب اس نے اپنے علاقے کے تمام اسقفوں کو ایک گشتی خط کے ذریعہ تنبیہ کی۔ اور آریوس سے الگ تھلگ رہنے کی تاکید کی۔ لیکن اسکندروس کا یہ تنبیہ آمیز خط بھی اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کر سکا۔ اور اب یہ دیکھ کر اسکندروس کا دم گھٹنے لگا۔ ایشیا۔ علاوہ ازیں ایشیائے کوچک اور یروشلم کے اسقف اس کے ہمدرد ہوتے جا رہے ہیں

اسکندروس کی دشنام طرازی

اس کے برعکس آریوس اپنی اس کامیابی پر مغرور و فریب خوردہ ہونے کی بجائے اور بھی حلم و فروتنی سے کام لے رہا تھا۔ اس نے اس حالت میں بھی اسکندروس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ وہ چاہتا تھا کہ اسکندروس جو کلیساؤں میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانا چاہتا ہے۔ کسی طرح اپنے مفسدانہ طور طریق سے باز آ جائے اس نے ایک خط بھی اپنے اسی حریف کے نام بھیجا جس کا مضمون نہایت شستہ اور زبان نہایت شائستہ تھی۔ لیکن اس کے برعکس اسکندروس نے اسقف بیزنطیہ کو جو خط لکھا۔ اس میں آریوس کو شیطان، کافر۔ حیلہ ساز۔ شعبدہ باز اور رہزن و قزاق قرار دیا۔ ایک جگہ اس کو یہودا بھی کہا۔ جس نے شاگرد مسیح ہونے کے باوجود مسیح کو دغا دی۔ پھر یہ فتوےٰ صادر کرتا ہے کہ "آریوسیوں سے سلام و کلام سب حرام ہے۔"

یہ تو اسکندروس کا کردار تھا۔ دوسری طرف آریوس نہایت خاموشی و متانت کے ساتھ عوام و خواص کے دل میں گھر کر رہا تھا۔ تعلیم یافتہ طبقہ تو خیر اس کے صحت عقیدہ کا قائل تھا ہی۔ لیکن چند ہی دن کے بعد آریوس ایک عوامی رہنما بھی بن گیا۔

آریوس کی ایک عوامی نظم

اس نے مزدوروں اور محنت کش طبقے کے لئے ایک نظم لکھی یہ نظم اس طبقے میں خوب مقبول ہوئی۔ اس نظم میں آریوس نے ایک عامیانہ وزن کے اندر اپنے عقائد کی تشہیر کی تھی۔ فال نکالنے والے۔ چکیاں چلانے والے اور دوسرے محنت مزدوری کرنے والے لوگ بازاری دھن میں یہ نظم گانے لگے۔ اور اب گلی گلی، کوچے کوچے میں آریوس کا چرچا ہونے لگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آریوس منطقی ہونے کے ساتھ ایک اچھا ماہر لغویات بھی تھا۔ اس نظم کے بعد جاہل اور ان پڑھ طبقے کے لوگ بھی اس کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ تو اب "اسکندروس" اور اثناسیوس کے مقابل وہ لوگ آ گئے۔ جو تمسخر و استہزا کرنے والوں پر اسی کے ہتھیار سے وار کر سکتے تھے۔ آریوس کے تذکرے میں آتا ہے کہ اس کے عقیدت مندوں نے اسکندروس و اثناسیوس کی مٹی پلید کر دی۔ اسکندروس اور اس کا "نفس ناطقہ" اثناسیوس اس صورت حال سے بالکل چراغ پا ہو گیا۔

لیکن دوسرا اہم سوال جو ان دونوں تثلیث پرستوں کو کھائے جا رہا تھا وہ یہ تھا کہ ایشیا کے بہت سے اساقفہ اس کے ہم خیال ہوتے جا رہے ہیں۔ ایشیائے کوچک کے پادری

((EUSEBIUS OF NICOMEDIA)

یوسی بوس فیس نیکومیڈیا) نے اس کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ فلسطین کے بشپوں نے اس کا اخراج و مقاطعہ کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اور آریوسیوں کو چرچ میں اپنے طور پر عبادت کرنے کی عام اجازت دے دی۔ پہاڑی قبائل کے بہت سے جنگجو و وحشی لوگ بھی ان کی حمایت پر تیار ہو گئے۔

اس طرح اب حالت یہ ہو گئی کہ دونوں طرف سے ہر طبقے کے لوگ میدان مقابلہ میں آ گئے۔ اور فضا دن بدن مخدوش ہونے لگی۔

قسطنطین اعظم

یہ اس زمانے کی بات ہے۔ جب عیسائیوں کا پہلا سرپرست بادشاہ قسطنطین اعظم زندہ تھا۔ ان دونوں مسیحی زعماء کے اختلافات جب نازک صورت اختیار کر گئے۔ تو ملک کے ارباب حل و عقد نے "قسطنطین" کو اس طرف متوجہ کیا۔ "قسطنطین" جو مسیحیوں میں اتحاد و یکجہتی کا بڑا خواہشمند تھا۔ اور جو کچھ ہی دن پہلے افریقی مسیحیوں کے دوناتستی (DONATISTS) جھگڑوں کو حل کرنے میں ناکام ہو چکا تھا اسکندروس اور آریوس کے معاملہ میں مداخلت کی۔ پہلے تو اس نے اس کو ایک ادنےٰ اور معمولی اختلاف سمجھا اور چاہا کہ ایک خط بھیج کر دونوں کے درمیان صلح کرا دی جائے۔ چنانچہ اس نے قرطبہ کے اسقف کو اپنا ایلچی بنا کر اسکندریہ بھیجا۔ لیکن وہاں مصالحت کی کوئی صورت نہیں تھی۔ دونوں اپنے اپنے عقیدے پر ڈٹے ہوئے تھے۔

کونسل آف نائیسیا

چند ہی دنوں میں قسطنطین کا ایلچی ناکام لوٹ آیا۔ اور اس کو وہاں کی سنگین صورت حال سے مطلع کیا۔ اور یہ مشورہ دیا کہ اس نزاع کا فیصلہ کرنے کے لئے تمام اساقفہ کی ایک مجلس طلب کی جائے۔ قسطنطین نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور فوراً ایشیا، افریقہ اور یورپ کے اساقفہ کو حکم دیا کہ وہ ماہ جون ۳۲۵ء کو شہر نیقیہ (نائیسیا) میں جمع ہو جائیں۔ اساقفہ نے بہت خوشی سے قبول کر لی اور موسم بہار میں دلآویز مناظر کا لطف اٹھاتے ہوئے شہر نائیسیا کی طرف روانہ ہوئے۔

یہ مجلس ۳۱۸ (تین سو اٹھارہ) کی مجلس کہلاتی ہے۔ اس میں مغربی کلیساؤں کے تو چند ہی اساقفہ شامل ہوئے لیکن مشرق کے بشپوں میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جو شریک نہ ہوا ہو۔

اس کلیسا کی عمومی مجالس میں یہ پہلی مجلس تھی اس کو باقی مجالس پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ یہ قسطنطین کی نگرانی میں منعقد ہوئی۔ اور اس نے عیسائیوں کے عقائد، رسوم اور عبادات کو متعین شکلیں دینے کا فیصلہ کیا۔

اس مجلس کے ابتدائی اجلاس نائیسیا کے بڑے گرجا گھر میں ہوتے رہے لیکن جب لگے ہاتھ قسطنطین بھی نیقیہ آ گیا تو اب یہ اجلاس شاہی محل میں ہونے لگے۔ قسطنطین نے اس مجلس میں عیسائیوں کے ایک سرپرست کے طور پر شرکت کی۔

(باقی)

لجنہ اماء اللہ بنگلور کا شاندار جلسہ

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا زندہ ثبوت

لجنہ اماء اللہ بنگلور کا ماہانہ جلسہ ۵ر جولائی کو منعقد ہوا۔ ایک احمدی خاتون عزیزہ صبیحہ سوکیہ ماریشس سے بنگلور آئی ہوئی تھیں۔ لجنہ اماء اللہ نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے اپنے ماہانہ جلسہ میں موصوفہ کو انگریزی میں تقریر کرنے پر آمادہ کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام "میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا" کا ایک زندہ ثبوت ہماری زیر تبلیغ بہنوں کے لئے اور ممبرات لجنہ کے لئے ازدیادِ ایمان تھا۔ جلسہ خاکسارہ کے مکان پر منعقد ہوا۔ جلسہ کی صدارت محترمہ صدر صاحبہ بنگلور نے فرمائی۔ جلسہ ٹھیک ساڑھے چار بجے شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم عزیزہ ساجدہ بیگم نے کی اور عظیم الشان رسولؐ پر مکرمہ سلیمہ بیگم صاحبہ نے خوش الحانی سے نظم پڑھ کر سنائی "نماز کیا ہے" پر مکرمہ شوکت جہاں مضمون تیار کر کے پڑھا۔ عزیزہ جمیلہ باز نے وفات مسیحؑ پر مضمون پڑھا۔ مکرمہ سلیمہ خاتون صاحبہ نے اولاد کی تربیت پر مضمون مصباح سے پڑھ کر سنایا۔ عزیزہ رضوانہ نے کلام محمود سے ایک نظم پڑھی۔ بعد ازاں مکرمہ سلیمہ بیگم صاحبہ نے عقائد احمدیت پر ایک مضمون پڑھا۔ مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ نے ایک نظم درثمین سے پڑھ کر سنائی۔ ایک مضمون دعا کی اہمیت پر مکرمہ محمودہ بیگم صاحبہ نے پڑھا۔ اس کے بعد مس صبیحہ سوکیہ صاحبہ نے انگریزی میں تقریر کی جس میں بتلایا کہ احمدیت کی تبلیغ ماریشس میں کیسے شروع ہوئی۔ اور ان کے ماں باپ احمدی کیسے ہوئے اور حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا اثر وہاں کی سعید روحوں پر کس طرح ہوا۔ اور آپ کی پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی۔ عزیزہ نے بتلایا کہ حق و صداقت کی تلاش کرنا اور اسے قبول کرنا چاہیئے۔ اس کا ترجمہ اردو میں عزیزہ فہمیدہ بیگم نے سنایا اس کے بعد عزیزہ رضوانہ نے انگریزی میں ایک تقریر کی جس میں انسان کی پیدائش کی غرض۔ انبیاء کی آمد کی ضرورت۔ انسانی ارتقاء کے منازل۔ ایک عالمگیر شریعت اور نبی لازم و ملزوم ہونے کے استدلال قرآن اور عقل سے دے کر بتلایا کہ اس شریعت کو دائمی کرنے کے کیا سامان بنائے گئے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کی کس طرح مختلف مذاہب نے پیشگوئیاں کیں اور وہ کس طرح آپ کے وجود میں پوری ہوئیں اور آپ کی صداقت کا زندہ نشان ہماری بہن خاتون نے ماریشس میں تبلیغ پر تقریر کر کے پیش کیا۔ اور خدا تعالیٰ کی اس سچی جماعت میں شامل ہونے کی سب کو دعوت دی۔ بفضل تعالیٰ عزیزہ کی تقریر بہت سادہ تھی اسلام اور احمدیت کو واضح رنگ میں پیش کیا سب لوگوں نے بہت پسند کیا۔ اس کے بعد خاکسارہ نے زبان اردو میں ایک تقریر کی اور بتلایا کہ انسان کی زندگی میں اس کا عمل کیا ہونا چاہیئے۔ رضاء الٰہی کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ تعلیم قرآن اور سیرۃ رسولؐ میں کس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے ہماری زندگیوں کو ڈھالنا چاہا ہے۔ اور کس طرح آج سعید روحیں آپ کی جماعت میں شامل ہو رہی ہیں۔ اور دنیا کے کناروں تک یہ پیغام مقبول ہو رہا ہے۔ اور نیک بندے نیک بنتے ہوئے کفرستان سے نکل کر پرچم اسلام لہرا رہے ہیں۔ اسلام کی خدمت کرنے اور صحیح عمل کرنے کی سامعین سے درخواست کی گئی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارا جلسہ بہت کامیاب رہا اور جلسہ کی حاضری تقریباً ایک سو تھی۔ غیر احمدی مستورات اور غیر مسلم عورتیں بھی شریک جلسہ تھیں۔ آخر پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی کامل صحت و درازی عمر کے لئے اور سلسلہ عالیہ کی ترقی کے لئے دعا کی گئی۔ بعد میں صدر صاحبہ نے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ جلسہ دعا کے ساتھ برخواست ہوا۔ الحمد للہ۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اور بھی بڑھ چڑھ کر دین کی خدمت کا موقعہ عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام خاکسارہ افسر بیگم سیکرٹری لجنہ بنگلور۔

درخواست دعا

میرا چھوٹا لڑکا سخت بیمار ہے احباب جماعت عزیز کی شفایابی کے لئے دعا فرمائیں۔
اللہ تعالیٰ اسے جلد صحت بخشے۔ آمین

خاکسار محمود خان احمدی جماعت احمدیہ مونگیر بہار

مدراس میں جلسہ یوم خلافت

لجنہ اماء اللہ مدراس کے زیر اہتمام جلسہ یوم خلافت بتاریخ ۳۱؍۵؍۶۴ بروز اتوار ۴½ بجے شام منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم سے جلسہ کی کارروائی خاکسارہ نے شروع کی۔ نظم "شان مصلح موعود" محترمہ انور بیگم زبیلی نے پڑھی۔ اس کے بعد محترمہ امۃ النساء صاحبہ (سابقہ سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مدراس جو حیدر آباد سے آئی ہوئی تھیں) نے خلافت کی اہمیت پر تقریر کی۔ اور قیصرہ جہاں نے "خدائی وعدوں کے ظہور" پر مضمون پڑھا۔ اس کے بعد عقیلہ بیگم نے "خلافت وحدت قومی کی جان ہے"۔ اقتباس تقریر حضرت امیر المومنین سے پڑھ کر سنایا۔ "جماعت احمدیہ میں مسئلہ خلافت" پر مضمون محترمہ انور بیگم قریشی نے پڑھا۔ "جماعت احمدیہ کا اجماع خلافت کے قیام پر" خاکسارہ نے الفضل میں سے پڑھ کر سنایا۔ اور بتایا کہ ہم نے اپنی آئندہ نسلوں کے ذہنوں میں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرانی ہے کہ وہ نظام خلافت کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رہیں گے۔ مضمون اور تقاریر کے وقفہ پر نظموں سے حاضرات کو محظوظ کیا گیا۔ نیز اس موقعہ پر ایک چھوٹی سی بچی ناصرہ نے اپنا لکھا ہوا مضمون "برکات خلافت" پڑھ کر سنایا۔

جلسہ کے اختتام پر حضرت امیر المومنین کی صحت و سلامتی اور درازی عمر کے لئے دعا کی خاص تحریک کی گئی اور اجتماعی دعا کے بعد جلسہ برخواست ہوا۔

خاکسارہ ناصرہ بیگم صدر لجنہ اماء اللہ مدراس۔

درخواست دعا

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بے لوث خدمتگذار محترم مولانا عبد اللہ صاحب فاضل (رئیس التبلیغ کیرالہ) ایک عرصہ سے مختلف عوارض میں مبتلا ہیں۔ باوجود اس کے آپ دن رات تبلیغی و تربیتی مہم میں کوشاں رہتے ہیں۔ محترم مولوی صاحب کا ایک خط آج خاکسار کو موصول ہوا ہے جس میں فرماتے ہیں کہ "آجکل کچھ زیادہ بیمار ہوں۔ ڈاکٹر کا خیال ہے کہ پیٹ میں کوئی زخم یا ایسی ہی کوئی تکلیف ہے۔ پیٹ کی ایسی تکلیف کے لئے عام طور پر اپریشن سے ہی علاج کیا جاتا ہے۔ مگر میں چونکہ ذیابیطس کا مریض ہوں جس میں اپریشن منع ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل و بندہ نوازی ہی میرے لئے آسرا ہے۔ جس کے لئے دعا ہی ذریعہ ہے۔ کمزوری کی وجہ سے بیٹھ کر لکھنا میرے لئے مشکل ہے۔ مجھے کھانے کی اشتہا بالکل نہیں ہے۔ نہ ہی بھوک لگتی ہے۔ کمزوری کی بہت بڑی وجہ ٹھیک طور پر کھانا نہ کھا سکنا ہے۔"

میں تمام احباب کرام سے عاجزانہ درخواست کرتا ہوں کہ محترم مولوی صاحب موصوف کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامل و عاجل شفا فرمائے۔ اور درازی عمر سے نوازے۔ آمین۔

خاکسار محمد عمر مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ حیدرآباد

اظہار تشکر

محترم محمد مظہر احمد صاحب نے حال ہی میں ایک نئی موٹر کار خرید کی ہے اس موقعہ پر آپ نے دس روپے بتفصیل ذیل عنایت فرمائے ہیں۔ اعانت بدر ۵/- روپے شکرانہ مد ۵/- روپیہ۔

احباب کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اہل صاحب صاحب موصوف کے لئے یہ گاڑی دینی و دنیاوی لحاظ سے مبارک کرے اور بیش از بیش خدمت دین کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین۔

خاکسار عبد الحق فضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مظفرپور

بدر

آپ کا قومی اخبار ہے۔ اس کی ہر طرح کی اعانت کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہے۔ نیز اس کے خریدار بن کر مرکز سے وابستگی کا اظہار ہے اس لئے آپ اس کی خریداری قبول فرما کر مرکزی اطلاعات سے مستفید ہوں۔

(مینیجر اخبار بدر قادیان)

اہلِ مغرب کے نئے مذہبی زاویے

(بقیہ صفحہ اوّل)

اپنے دعوے کی تائید میں پروفیسر مینڈن ہال نے جو دلیل بیان فرمائی ہے۔ وہ دلچسپی سے خالی نہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ قدیم اسرائیلی حکومت ایک پائیدار حکومت تھی۔ اور ایک پائیدار حکومت کبھی برداشت نہیں کر سکتی کہ جرائم کی سزا کے لئے ایک لمبے دور تک "خون کا بدلہ خون" کا قانون چلتا رہے۔ اگر ایک پائیدار حکومت میں کسی سزا دینے کا اختیار ہے۔ تو صرف حکومت کے نمائندوں کو۔ اس لئے اس زمانہ میں کسی جرم کے ارتکاب پر مجرم سے از خود بدلہ اور انتقام لینے کی بجائے معمولاً طریق یہ تھا کہ اُسے حکومت کے حوالے کر دیا جائے تاکہ حکومت اُس کے جرم کی نوعیت اور سزا کا فیصلہ کر سکے

ظاہر ہے کہ پروفیسر مینڈن ہال نے یہ نئی توجیہ پیش کر کے اپنے آپ کو ایک کھنور میں ڈال لیا ہے۔ اگر واقعی پرانے زمانہ میں ابتداءً عبرانی لفظ "نقسم" مجرم کو حکومت کے حوالے کرنے کے لئے استعمال ہوتا تھا تو پھر اس کا ترجمہ جمہور یہودی اور عیسائی علماء مسلسل بدلہ دینا اور سزا دینا کیوں کرتے رہے؟ اور اسرائیلی سٹیٹ کا دستور اُن سے کیوں مخفی رہا؟ ان سوالوں کا جواب اس نئے نظریہ کے لئے دینا آسان نہ ہوگا۔

(۳) قمرانی صحیفے

وادی قمران سے گزشتہ سترہ سال میں مسودہ صحائف کی دریافت نے عیسائی اور یہودی علماء کو ایک بنیادی اور اہم چیلنج پیش کیا ہے۔ اور اب وہ مجبور ہو گئے ہیں کہ بائیبل کے متن کا ان صحائف کی روشنی میں از سرِ نو مطالعہ کریں۔ بیشتر مغربی محققین کا یہ خیال ہے کہ یہ خیال السینی فرقہ کی مذہبی تعلیمات پر مشتمل ہیں جس کے پیرو غالباً حضرت مسیح کے زمانہ سے قبل پائے جاتے تھے اور جو صلح کُن اور راہبانہ زندگی کو ترجیح دیتے تھے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ صحائف السینی یا قمرانی فرقہ کا مذہبی لٹریچر ہیں اور یہ کہ پرانے عہدنامے کے بعض قدیم ترین مسوّدات اس لٹریچر کا ایک حصہ ہیں۔ تو عیسائی اور یہودی علماء مجبور ہوں گے کہ موجودہ بائیبل میں ضروری اور اہم تبدیلیاں کر دیں۔

بعض علماء نے اس مشکل کا ایک حل یہ تلاش کیا ہے کہ وہ سرے سے ہی اس امر کا انکار کر رہے ہیں کہ قمرانی صحیفوں کا السینی فرقے سے کوئی تعلق تھا۔ امریکن جیولش کمیٹی کے رسالہ کمنٹری Commentary میں یہودی عالم پروفیسر سیسل راتھ (Cecil Roth) آف آکسفورڈ یونیورسٹی کا مضمون چھپا ہے۔ آپ نے دعوے کیا ہے کہ یہ صحائف نہ السینی فرقہ کے تھے اور نہ ہی حضرت مسیحؑ کے زمانہ سے قبل لکھے گئے تھے۔ پروفیسر راتھ کہتے ہیں کہ یہ صحائف ایک غالی یہودی فرقہ کا لٹریچر ہیں جو نہ صلح جُو تھے نہ راہبانہ زندگی کو پسند کرتے تھے۔ پروفیسر راتھ کا خیال ہے کہ یہ لوگ زمانہ قبل مسیح میں نہیں بلکہ سن ۶۶ عیسوی میں جب یہود نے حکومتِ روم کے خلاف بغاوت کی پائے جاتے تھے۔

اگر پروفیسر راتھ کا یہ نظریہ تسلیم کر لیا جائے کہ ان صحائف کے مصنفین ایک باغی گروہ سے تعلق رکھتے تھے تو لازماً ان مسودات کی اہمیت بدل جاتی ہے۔ بالخصوص جبکہ اس فرقہ کا زمانہ حضرت مسیحؑ کے واقعہ صلیب کے سالہا سال بعد شمار کیا جائے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ حضرت یوحنا بھی السینی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے اسلئے حضرت مسیحؑ کی تعلیمات ان صحائف سے متاثر ہوئی ہیں لیکن اگر یہ نیا نظریہ تسلیم کر لیا جائے تو مسیحی تعلیم پر اس کا کوئی اثر ممکن نہیں رہتا۔

ایڈیٹوریل بقیہ صفحہ ۲

اور اس کے لئے حضور نے جو شرط لگائی ہے وہ یہ ہے کہ

"تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا ہو اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو سچا اور صاف مسلمان

ہو "الوصیت"

پس مبارک ہے وہ شخص جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے اصلاحِ نفس اور قربانی کے اس مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔

(ف۔ ا۔ گ)

موسیٰ بنی مائینز میں جلسہ سیرت النبیؐ

مورخہ ۸ار جون کو بعد نمازِ مغرب احمدیہ مسجد میں زیر صدارت مکرم مولوی عبد الباری صاحب ایم۔ اے سیکرٹری جماعت اسلامی موسیٰ بنی مائینز جلسہ سیرت النبیؐ منعقد ہوا۔ موسیٰ بنی میں یہ سب سے پہلا جلسہ تھا جس میں ہر فرقہ کے مسلمان کثرت سے شامل ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک مکرم حافظ محمد یعقوب صاحب اہل سنت والجماعت نے کی۔ اس کے بعد خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار "محاسنِ اسلام" پڑھ کر سنائے۔ مکرم مولوی عبد الحق صاحب فضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے آنحضرت صلعم کی سیرت و مساوات و اتحاد کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بعض نمایاں پہلو کو بیان فرماتے ہوئے باہمی اتحاد پر خاص طور پر زور دیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے آنحضرتؐ کی ایک حدیث بیان فرمائی جس میں ہدایت دی گئی ہے۔ کہ جو شخص توحید و رسالت کا اقرار کرے۔ اور خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرے۔ اور ہمارے ذبیحہ کو حلال سمجھے وہ مسلمان ہے۔ آپ کی تقریر کو سامعین نے دلچسپی کے ساتھ سُنا اور اچھا اثر لیا۔ صدر جلسہ مکرم مولوی عبد الباری صاحب نے اپنی صدارتی تقریر میں مولوی صاحب موصوف کی تقریر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار کو سراہتے ہوئے اس امر پر خوشی کا اظہار کیا کہ موجودہ حالات نے ہم سب کو متفق کر دیا ہے۔ اور آج کا جلسہ عملی ثبوت دے رہا ہے اس کے بعد سید محمد سلیمان صاحب امیر پراونشل جماعتہائے احمدیہ بہار نے جماعت احمدیہ موسیٰ بنی کی طرف سے صدر جلسہ اور سامعین کا شکریہ ادا کیا۔ اور اختتامی دعا فرمائی۔

دعا کے بعد معززین احباب کی چائے سے تواضع کی گئی۔

والسلام خاکسار سید غلام مہدی ناصر مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

مقیم موسیٰ بنی مائینز (بہار)

موسیٰ بنی مائینز میں اجتماعی دعا اور صدقہ

سیدنا امامنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز لیطول حیاتہ کی صحت کاملہ اور درازی عمر کے لئے روزانہ بعد نماز مغرب مسجد میں اجتماعی دعا کی جا رہی ہے۔ ساتھ ہی ہفتہ میں ایک بکرا بطور صدقہ دیئے جانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ انفرادی طور پر بھی احباب جماعت صدقہ دے رہے ہیں۔ شافی المطلق حیّ و قیوم خدا ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے۔ اور حضور پرنور ایدہ اللہ کو صحت کاملہ و درازی عمر عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

خاکسار

سید غلام مہدی ناصر مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

مقیم جماعت احمدیہ موسیٰ بنی مائینز

کامل مومن بنو

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"وصیت کی تحریک خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کے ساتھ بہت سے انعامات وابستہ ہیں ابھی تک جنہوں نے وصیت نہ کی ہو وہ کر کے اپنے ایمان کے کامل ہونے کا ثبوت دیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے جو شخص وصیت نہیں کرتا مجھے اس کے ایمان میں شبہ ہے۔ پس وصیت معیار ہے ایمان کے کامل ہونے کا"

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

سلسلہ کی مالی ضرورت اور احبابِ جماعت کا فرض

جماعت احمدیہ کی تبلیغی۔ تربیتی۔ تعلیمی۔ انتظامی اور دیگر ضروریات کی انجام دہی بیت المال کی آمد پر موقوف ہے۔ اور بیت المال کے ذرائع آمد کا انحصار افرادِ جماعت کے چندوں پر ہے۔ جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی اور سلسلہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات اس امر کی مقتضی ہیں کہ جماعت کا ہر فرد مالی قربانیوں میں حصہ لے کر اپنے ایمان اور اخلاص کا عملی ثبوت دے۔

اس وقت جماعت احمدیہ خاص حالات اور غیر معمولی دور میں سے گزر رہی ہے۔ مشکلات اور تکالیف کا یہ دور ہمیں مسلسل غیر معمولی قربانیوں کی دعوت دے رہا ہے۔ ہمارے اخلاص اور قربانی کا اعلیٰ نمونہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کر کے ہمیں جلد کامیابی اور ترقی کے دروازے تک پہنچا سکتا ہے۔ اور ہماری معمولی سی کوتاہی اور فرائض سے عدم توجہی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بن کر جماعت کی ترقی اور روحانی کامیابی کے دن کو پیچھے ڈال سکتی ہے۔ احبابِ جماعت پر مالی قربانیوں کی ضرورت اور اہمیت کو واضح کرنے کے لئے ذیل میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے چند ارشادات درج کئے جاتے ہیں:-

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:-

خدا تعالیٰ کی رضا کو تم پا ہی نہیں سکتے۔ جب تک تم اپنی رضا کو چھوڑ کر اپنی عزت کو چھوڑ کر۔ اپنا مال چھوڑ کر۔ اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ۔ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اٹھا لو گے۔ تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آ جاؤ گے۔ اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے۔ جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے"۔

(الوصیت ص۹)

حضرت اقدس نے مزید فرمایا:-

"ہر ایک شخص جو اپنے تئیں بیعت شدوں میں داخل سمجھتا ہے اس کے لئے اب وقت ہے کہ اپنے مال سے بھی اس سلسلہ کی خدمت کرے۔ جو شخص ایک پیسہ کی حیثیت رکھتا ہے وہ سلسلہ کے مصارف کے لئے ماہ بماہ ایک پیسہ دیوے اور جو شخص ایک روپیہ دے سکتا ہے وہ ایک روپیہ ماہوار ادا کرے ....

.... ہر ایک بیعت کنندہ کو بقدر وسعت مدد دینی چاہیئے تا خدا تعالیٰ بھی انہیں مدد دے ....

عزیزو! یہ دین کے لئے اور دینی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ چاہیئے کہ زکوٰۃ دینے والا اسی جگہ اپنی زکوٰۃ بھیجے اور ہر ایک شخص فضولیوں سے اپنے تئیں بچاوے اور اس راہ میں روپیہ لگا دے اور ہر حال صدق دکھا دے۔ تا فضل اور روح القدس کا انعام پا دے۔ کیونکہ یہ انعام ان لوگوں کے لئے تیار ہے جو سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں"۔ (کشتی نوح ص۱۲)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ

"یاد رکھو مجھے روپیہ کی ضرورت نہیں۔ میں اپنے لئے تم سے کچھ نہیں مانگتا بلکہ خدا کے لئے اس کے دین کی اشاعت کیلئے تم سے مانگ رہا ہوں۔ اگر تم چندے میں حصہ نہیں لو گے۔ تو خدا خود اپنے دین کی ترقی کے سامان کرے گا۔ مگر میں اس سے ڈرتا ہوں کہ تم دین کی ترقی میں حصہ نہ لے کر گنہگار نہ بنو۔ پس میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم اس موقعہ کو غنیمت سمجھو اور خدمتِ اسلام کے لئے اپنے مالوں کو قربان کرو۔ جو شخص تکلیف اٹھا کر اس خدمت میں حصہ لے گا، میں اس کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ دعا کر چکے ہیں کہ اے خدا جو شخص تیرے دین کی خدمت میں حصہ لے تو اس پر اپنے فضلوں کی بارش نازل فرما۔ اور آفات و مصائب سے اسے محفوظ رکھ۔ پس وہ شخص جو اس میں حصہ لے گا اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا سے بھی حصہ ملے گا اور پھر میری دعاؤں میں بھی حصہ دار ہوگا .... جو شخص زیادہ حصہ لے سکتے ہیں انہیں میں کہتا ہوں کہ میری حد بندیوں کو نہ دیکھو خدا تعالیٰ کے پاس غیر محدود ثواب ہے۔ اگر تم زیادہ قربانی کرو گے تو زیادہ ثواب کے مستحق ہو گے"۔ (الفضل ۱۰؍جنوری ۱۹۴۴ء)

پس ضروری ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور صحیح رنگ میں دین کو دنیا پر مقدم کرتے جماعت کے ہر فرد کو مالی فرائض کی ادائیگی میں باقاعدہ بنائیں۔ تاکہ جماعت میں کوئی فرد ایسا نہ رہے جو نادہندہ۔ بقایا دار یا بے شرح ہو۔ اور نہ صرف یہ کہ جملہ احبابِ جماعت لازمی چندوں کو باقاعدگی سے ادا کریں۔ بلکہ طوعی تحریکات میں بھی زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر احبابِ جماعت اپنے ایمان اور اخلاص کا اعلیٰ نمونہ پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو زیادہ سے زیادہ خدمتِ سلسلہ کی توفیق عطا کرے اور ان راہوں پر چلائے جو اس کے فضل اور رضا کی راہیں ہیں۔ آمین ثم آمین۔

خاکسار:

ناظر بیت المال قادیان

خبریں!

نئی دہلی ۲۰ جولائی۔ پریس ٹرسٹ آف انڈیا کو معلوم ہوا ہے کہ بعض پارٹیوں کی فرقہ وارانہ سرگرمیوں کے خلاف قانون مرتب کرنے میں جو مشکلات پیش ہیں۔ ان پر قابو پانے کے امکانات کے متعلق غیر رسمی طور پر بات چیت شروع ہے۔ دس سال ہوئے۔ اس سوال پر پورا غور و خوض ہوا تھا لیکن اس وقت یہ معاملہ کھٹائی میں ڈال دیا گیا۔ اب جین کمیٹی کی رپورٹ اور بعض حالیہ واقعات کی وجہ سے اس پر نئے سرے سے غور ہو رہا ہے۔ حکومت اس بات پر غور کر رہی ہے کہ آیا فرقہ وارانہ سرگرمیوں کے ساتھ نپٹنے کے محدود مقصد کے لئے بل وضع کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اس وقت یہ سوال غیر رسمی طور پر زیر بحث ہے اور بل مرتب ہونے میں کچھ وقت لگے گا۔ لیکن اس طرح کے بل کی ضرورت کے متعلق بہت کچھ شکوک کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ جب مغربی بنگال اور بہار میں فرقہ وارانہ گڑبڑ ہوئی تھی تو حکومت نے احتیاطی نظر بندی کے قانون ضابطہ فوجداری اور ڈیفنس ایکٹ جیسے موجودہ قوانین کے استعمال سے ہی صورت حال پر قابو پا لیا تھا۔ بہر حال جب خاص بل مرتب کرنے کے بارے میں کوئی تجاویز مرتب کر لی جائیں گی تو بھارت سرکار اعلیٰ ترین سطح پر اس سوال کے متعلق قطعی فیصلہ کرے گی۔ بھارت سرکار کسی علاقہ کی علیحدگی کے حق میں پرچار اور ایڈمنسٹریشن میں کرپشن کے انسداد کے لئے بھی قانونی کارروائی کرنا چاہتی ہے۔

چنڈی گڑھ ۲۰ جولائی۔ معلوم ہوا ہے کہ پنجاب کے ایڈووکیٹ جنرل شری ایس۔ ایم۔ سیکری نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ انہوں نے محکمہ منتری کامریڈ رام کشن کو لکھا ہے کہ "وہ پنجاب کے موجودہ ماحول کو زیادہ سازگار نہیں پاتے۔ شری سیکری اب تک سپریم کورٹ میں بطور وکیل پریکٹس کرتے رہے ہیں۔ حال ہی میں انہیں پنجاب کا ایڈووکیٹ جنرل مقرر کیا گیا تھا۔ اس سے پہلے وہ داس کمیشن کے روبرو شری کیروں کی صفائی پیش کرنے کے لئے پیش ہوئے تھے۔

جموں ۲۰ جولائی۔ معلوم ہوا ہے کہ پاکستانی فوجوں نے ایک بار پھر بلاوجہ کریک آوٹ کی کو دیکھ رکھنے کی کوشش کی جبکہ انہوں نے ۱۹ جولائی کو ان بھارتی مزدوروں کو جو پونچھ کے بجلی گھر کو پانی سپلائی کرنے والی نہر کی مرمت نہ کرنے دیکھ جو کہ بتاڑ نالہ کے سیلاب کی وجہ سے ٹوٹ گئی تھی۔ یہ نہر بتاڑ نالہ سے نکلتی ہے۔ جب کل بھارتی مزدور اس کی مرمت کے لئے گئے تو پاکستانی فوجوں نے مشین گنوں اور رائفلوں سے ان پر فائرنگ شروع کر دی۔ اس پر بھارتی حکام اتحادی سبھا کے ایک رنگی خلاف کو موقع پر لے گئے۔ اور اس کی مداخلت پر فائرنگ بند ہوئی۔ اور بھارتی مزدوروں نے شام تک مرمت کا کام مکمل کر لیا۔ اور اطلاع کے مطابق جموں سے سو میل جنوب میں سچیت گڑھ ایریا میں ایک پاکستانی حملہ آور ہلاک ہو گیا۔ وہ بھارتی علاقہ میں آن گھسا تھا۔ ایک اور پاکستانی فوجی بتاڑ نالہ کے علاقہ میں ہلاک ہوا۔

لندن ۲۰ جولائی۔ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو وزیر خارجہ پاکستان نے یہاں ایک بیان میں یہ دعوےٰ کیا کہ کامن ویلتھ ممالک کی کانفرنس نے اپنی حالیہ کانفرنس میں کشمیر کے مسئلہ کے متعلق اپنی دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ آپ نے کہا ہے کہ کامن ویلتھ ممالک نے کشمیر کے پرامن منصفانہ حل اور ہندوستان سے دوسرے مسائل کے متعلق دلچسپی ظاہر کی ہے اور اس کی بنا پر ہندوستان نے کامن ویلتھ کے خلاف جو مہم شروع کی ہے اس کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ کامن ویلتھ پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ کشمیر کی موجودہ پوزیشن کو منظور کرے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ صدر ایوب کی زبردست کوششوں کے باوجود کانفرنس کے خاتمہ پر جاری شدہ کمیونک میں کشمیر کا ذکر نہیں کیا گیا۔ البتہ کمیونک میں موسمے طور پر شری لال بہادر شاستری وزیر اعظم ہندوستان اور مسٹر ایوب خان صدر پاکستان کے بیانات پر اطمینان کا اظہار کیا گیا۔ اور یہ امید ظاہر کی گئی۔ دونوں ملکوں کے مسائل دوستانہ سپرٹ میں حل ہو جائیں گے۔ شری ٹی ٹی کرشنا چاری وزیر مالیات نے بھی واپس ہندوستان جانے سے پہلے لنڈن کے ہوائی اڈہ پر نامہ نگاروں کو بتایا تھا کہ کامن ویلتھ کانفرنس میں کشمیر کے مسئلہ پر بحث و تمحیص نہیں ہوئی۔ اور کہ اس روایت کی سختی سے پابندی کی گئی کہ کسی ممبر کے گھریلو مسئلہ کو میٹنگوں میں زیر بحث نہیں لایا جائے گا۔ مسٹر بھٹو نے کشمیر اور جنوبی روڈیشیا کے مسائل کو ایک ہی سطح پر رکھنے کی کوشش کی۔

الٰہ آباد ۲۰ جولائی۔ سنکیت سوشلسٹ پارٹی کے جائنٹ سیکرٹری شری وسو دیو سنگھ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ وہ یکم اگست کو ملک بھر میں "عوامی دوس" منائیں گے۔ کیونکہ خوراک کے معاملہ میں اگر گورنمنٹ کی حماقت کی وجہ سے پبلک کو مشکلات ذلالت اور تکالیف درپیش ہوں۔ تو سوشلسٹ پارٹی تماشائی بن کر نہیں رہ سکتی۔ شری وسو دیو سنگھ نے مزید کہا کہ اناج کی پیداوار میں ۲۰ سے ۲۵ فیصدی اضافہ کی کوشش صنعتی اور زرعی پیداوار کے واجب نرخ مقرر کرنے جیسے اقدامات گورنمنٹ کو اٹھانے چاہئیں۔

نئی دہلی ۲۰ جولائی۔ مرکزی ہوم منسٹر شری نندہ نے کہا ہے کہ اگر تمام سماجی اور سیاسی ورکر کورپشن کے انسداد کے لئے پوری سنجیدگی کے ساتھ عوام کی حمایت حاصل کریں۔ تو اس شعبہ میں جرات کن اثر پیدا کرنے کے متعلق بڑی مدد ملے گی

شری لال بہادر شاستری وزیر اعظم کی طرف سے شکریہ کا خط

نظارت امور خارجہ قادیان کی طرف سے جناب لال بہادر شاستری صاحب وزیر اعظم ہند کی خدمت میں ان کے اس عظیم عہدہ پر تقرر پر مبارکباد کی چٹھی لکھی گئی تھی۔ آں موصوف کی طرف سے حسب ذیل شکریہ کا خط موصول ہوا ہے۔

پرائم منسٹر ہاؤس
نئی دہلی

۹-۷-۶۴ پیارے جناب

آپ نے میرے وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز ہونے اور وزارت بنانے پر جو مبارکباد کا خط لکھا ہے۔ اس پر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

پنڈت جی کی وفات کا صدمہ ابھی تک ہمارے دلوں پر بہت ہے۔ اور ہمارے دل غم سے پُر ہیں۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ جو کام میرے سپرد ہوا ہے۔ اس کو مکمل انکساری کے ساتھ بجا لاؤں۔

آپ کا مخلص
لال بہادر

بخدمت ناظر امور خارجہ
احمدیہ کمیونٹی قادیان

چھ ماہ میں پوری ہو جائے گی۔ کل شری نندہ بھارت سادھو سماج اور بھارت سیوک سماج کے اختتامی اجلاس میں تقریر کر رہے تھے۔ انہوں نے یہ امید ظاہر کی۔ کہ پبلک لائف سے کورپشن ختم کرنے کے متعلق ان کا عہد اگلے چھ ماہ میں پورا ہو جائے گا۔ شری نندہ نے ۰۰ کے قریب ڈیلی گیٹوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔ کہ انہیں جماعتی سیاسیات اور دھڑے بندیوں سے الگ تھلگ رہنا چاہیئے۔ کورپشن ختم کرنے کے کام میں لاکھوں اچھے آدمیوں کی حمایت درکار ہے کورپشن کی جڑیں نہایت گہری ہیں۔ اسے ختم کرنے کے لئے کسی طرف سے جلنے شروع نہ کئے گئے تو مطلوبہ نتائج پیدا کرنے میں بڑی دیر لگے گی

نئی دہلی ۲۰ جولائی۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ کشمیر سرکار اس تجویز پر غور کر رہی ہے کہ شیخ عبداللہ کی حمایت کرنے والی جماعت "لوک مت فرنٹ" اور مولوی فاروق کی عوامی ایکشن کمیٹی کو خلاف قانون قرار دے دیا جائے۔ یہ قدم اس لئے اٹھایا جا رہا ہے۔ کیونکہ شیخ عبداللہ اور مولوی فاروق کے حامیوں میں کئی بار تصادم ہو چکے ہیں۔ اور اس سے ریاست کا امن خطرے میں پڑ گیا ہے۔ چنانچہ پولیس حکام نے کشمیر گورنمنٹ کو یہ مشورہ دیا ہے کہ ان دونوں جماعتوں پر پابندی لگا دی جائے۔ اگر پابندی لگانے کے باوجود گڑبڑ بند نہ ہوئی۔ تو شیخ عبداللہ اور مولوی فاروق کے سرکردہ ساتھیوں کو گرفتار کر کے جیلوں میں نظر بند کر دیا جائے۔ یاد رہے شیخ عبداللہ کا "لوک مت فرنٹ" بھارت کے ساتھ کشمیر کے الحاق کو چیلنج کر کے ایک بھارت کے جذبات بھڑکا رہا ہے۔ اور مولوی فاروق کی ایکشن کمیٹی کھلم کھلا پاکستان کی حمایت کر کے ریاست کے امن کو خطرہ میں ڈال رہی ہے۔

نیویارک ۲۰ جولائی۔ پولیس کرمچاری نے کل ایک نوجوان حبشی کو جس نے پولیس سٹیشن کے قریب چھت پر سے پولیس پر پتھر پھینکنے کی کوشش کی تھی گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اس سے پہلے پولیس نے حبشی مظاہرین کو جو پولیس اور پتھر پھینک رہے تھے منتشر کرنے کے لئے ہوائی فائر کئے۔